امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان

ماہنامہ شریعت

اردو

تیری ہمت اور بلند حوصلہ کو سلام

جلد 2 رجب المرجب 1434ھ بمطابق جون 2013ء شمارہ 3

"الفاروق" کا کامیاب اختتام اور "خالد بن ولید آپریشن" کا پرنوید پر عزم آغاز

اسلام اور کنزیومرزم

2014 کے بعد مغرب کا ممکنہ حملہ!!؟

امریکہ افغان جنگ، اسٹریٹیجک بحران

اقوام عالم پر امریکی جارحیت کے مختلف پہلو!

افغانستان... ایک اور سپر پاور کا قبرستان

روس کو دوبارہ افغانستان لانے کی کوششیں

خالد بن ولید آپریشن کے متعلق سیاسی اور عسکری امور کے تجزیہ نگار عبدالروف حکمت سے گفتگو

فرمان نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن جابر عن النبی ﷺ قال من اُعْطِیَ عَطاءً فَوجدَفَلْیَجْزِ بِهٖ ومن لَمْ یَجِدْ فَلْیُثْنِ فَاِنَّ مَنْ اَثْنیٰ فَقَدْ شَکَرَ وَ مَنْ کَتَمَ فَقَدْ کَفرَ وَمَنْ تَحلّیٰ بِمَالَمْ یُعْطَ کَانَ کَلاَبِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ۔[رواہ الترمذی وابوداؤد]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو ہدیہ تحفہ دیا جائے تو اگر اس کے پاس بدلہ میں دینے کے لئے کچھ موجود ہو تو وہ اس کو دیدے اور جس کے پاس بدلہ میں تحفہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو اس کی تو وہ [بطور شکریہ کے] اس کی تعریف کرے اور اس کے حق میں کلمۂ خیر کہے، جس نے ایسا کیا اس نے شکریہ کا حق ادا کردیا اور جس نے ایسا نہیں کیا اور احسان کے معاملہ کو چھپایا تو اس نے ناشکری کی۔اور جو کوئی اپنے کو آراستہ دکھائے اس صفت سے جو اس کو عطا نہیں ہوئی تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جو دھوکے اور فریب کے دو کپڑے پہنے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ جس کو کسی محب کی طرف سے ہدیہ دیا جائے تو اگر ہدیہ پانے والا اس حال میں ہو کہ اس کے جواب اور صلہ میں ہدیہ تحفہ دے سکے تو ایسا ہی کرے اور اگر اس کی مقدرت نہ ہو تو اس کے حق میں کلمۂ خیر کہے اور اس کے اس احسان کا دوسروں کے سامنے بھی تذکرہ کرے۔اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو بھی شکر سمجھا جائے گا اور جو شخص ہدیہ تحفہ پانے کے بعد اس کا اخفاء کرے، زبان سے ذکر تک نہ کرے "جزاک اللہ" جیسا کلمہ بھی نہ کہے تو وہ کفران نعمت اور ناشکری کا مرتکب ہوگا۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان

اردو ماہنامہ

شریعت

جلد 2 رجب المرجب 1434ھ بمطابق جون 2013ء شمارہ 3

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: سلیمان غوری

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- شمس ابدالی
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

عکس درون

- "الفاروق" کا کامیاب اختتام اور "خالد بن ولید آپریشن" کا پر نوید و پر عزم آغاز 2
- لایحہ قسط نمبر 2 3
- مولوی عبدالحنان جہادوال شہید کی حیات اور کارناموں پر ایک نظر 4
- تیری ہمت اور بلند حصلہ کو سلام 8
- خالد بن ولید آپریشن کے متعلق سیاسی مبصر اور تجزیہ نگار عبدالروف حکمت سے گفتگو 10
- 2014 کے بعد مغرب کا ممکنہ حملہ 14
- افغانستان۔۔۔ ایک اور سپر پاور کا قبرستان 19
- روس کو دوبارہ افغانستان لانے کی کوششیں 20
- اقوام عالم پر امریکی جارحیت کے مختلف پہلو 22
- امریکہ افغان جنگ، اسٹریٹجک بحران 27
- اسلام اور کنزیومرزم 29
- اللہ طالبان کے ساتھ ہے 31
- جنگی جرائم (اپریل 2013) 32
- بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے! 33
- قیدی کو چھڑاؤ! 34
- افغانستان اپریل 2013 کے مہینے میں 35
- شام کا خون آشام 41
- جمادی الثانی میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول 44

رابطہ کے لیے برقی پتہ: shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے: www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک.........40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات.........30 ڈالر

بنگلہ دیش.........28 ڈالر

ڈیزائننگ: سلمان بدر

ادا ریہ

مدیراعلی

"الفاروق" کا کامیاب اختتام اور "خالد بن ولید آپریشن" کا پرنوید و پرعزم آغاز

اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ بہار نے ایک بار پھر سرزمین افغانستان میں ڈیرے ڈالنا شروع کئے ہیں، اللہ کرے نئے احساسات، ولولوں اور جذبوں بھرا جہاد کا بہار، دشمن کو مرعوب کرنے کا بہار، ایثار و قربانیوں کا بہار، محاذوں کو گرم رکھنے اور آباد کرنے کا بہار، آزادی کا بہار، دشمنوں کو شکست دینے اور پسپا کرنے کا بہار، مسلمانوں پر کئے گئے ظلم و ستم کا بدلہ لینے کا بہار اور مجاہدین کے فتوحات، کامیابیوں اور کامرانیوں کا یہ بہار سدابہار ثابت ہو۔اوران شاء اللہ یہ سدابہار ہی ثابت ہوگا۔اس لئے کہ یہ بہار اسلام کے عظیم سپہ سالار، پر عزم فاتح، جلیل القدر صحابی رسول ﷺ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام نامی سے موسوم کردیا گیا ہے

قارئین کرام اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ افغانستان کے اکثر علاقوں میں سردی کا موسم اس قدر شدید ہوتا ہے کہ اس میں جنگی نقل و حمل کو جاری رکھنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔اس لئے اس دوران وقت سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے مجاہدین اپنے لئے آئندہ کا جہادی لائحہ عمل اور جنگی پروگرامات ترتیب دیتے ہیں، نئی حکمت عملی کے بارے میں سوچتے ہیں، مجاہدین کو ہر طرح سے مظبوط اور ناقابل شکست بنانے پر غور کرتے ہیں، دشمن کی ٹیکنالوجی اور جدید جنگی آلات کو مفلوج کرنے اور دشمن کو زیادہ سے زیادہ جانی اور مالی نقصان پہنچا کر زچ کرنے کے بارے میں عملی اقدامات کرتے ہیں۔اور پھر موسم بہار کے آتے ہی طالبان تین چار ماہ کے دوران بنے شیڈول اور کی گئی کامل تیاری کے ساتھ میدان کارزار میں کود پڑتے ہیں، طالبان کی یہ حکمت عملی اور اچانک حملے دشمن کے حوصلے پسپا کرتے ہوئے اس کے اوسان خطا کردیتے ہیں، دشمن کو شدید جانی و مالی نقصان سے دوچار کرتے ہیں جس کا دشمن کو بھی اعتراف ہے یہی وجہ ہے کہ ہر موسم بہار دشمن کو پہلے سے زیادہ خطرناک اور مسائل و مصائب میں مبتلا کرنے والا لگتا ہے، دشمن کا ہر ہر فرد یہ کہتے ہوئے پایا جاتا ہے کہ اس سال موسم بہار پچھلے موسم بہار سے زیادہ جان لیوا اور مشکل ترین ہوگا۔

حسب سابق اس سال بھی مجاہدین نے خالد بن ولیدؓ کے نام سے بہار آپریشن کا آغاز کیا ہے۔جس نے شروع ہی فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑنا شروع کردیا ہے اور آغاز سے لے کر تادم تحریر دشمن کو عبرتناک حد تک مالی اور جانی نقصانات سے دوچار کرتے آرہے ہیں۔

افغان عوام اور مجاہدین نے وہ دور بھی دیکھا ہے جب امریکہ اور اس کے اتحادی چند گھنٹوں میں افغانستان کو قبضہ میں لے کر یہاں اپنی راج قائم کرنے کے دعوے کر رہے تھے، اور انسان دشمن جانوروں کے نام سے مجاہدین کے خلاف عملیات تشکیل دے رہے تھے اور بزعم خویش فتح و کامرانی کی طرف گامزن تھے........اور آج یہ دن بھی دیکھ رہے ہیں کہ مجاہدین دشمن کے خلاف مقدس اور عظیم الشان ہستیوں کے نام سے کامیاب عملیات تشکیل دے رہے ہیں، جو ایک سے بڑھ کر ایک ہوتے ہیں۔

بہار کی آمد کے ساتھ مجاہدین کی طرف سے تشکیل دیئے گئے ان عملیات کا آغاز بھی پچھلے عملیات کی طرح کامیاب اور شاندار رہا اور شروع کے تقریبا ایک ہی ہفتے میں مجاہدین نے دشمن کے دو ہیلی کاپٹر ایک جنگی طیارہ گرانے اور دشمن کے درجنوں فوجی اہلکاروں کو گرفتار اور ہلاک کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

سالانہ بہار آپریشن کا آغاز ایک ایسے وقت میں ہوا جب کابل حکومت اور امریکہ کے درمیان افغانستان میں طویل مدت کے لئے باقی رہنے اور انہیں قانونی تحفظ دینے کے معاہدے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔بہار آپریشن کے آغاز پر ہی مجاہدین کی کارروائی سے ثابت ہوا کہ افغانستان میں کون کیا چاہتا ہے ؟افغان سرزمین کے وارث کون ہیں ؟اور کون ہیں وہ لوگ جو اس سرزمین پر غیروں کے ساتھ سودا بازی کرتے ہیں ؟ افغان دشمن سے معاہدے کرتے ہیں ایسے جیسے یہ افغانستان نہیں ان کے باپ کی جاگیر ہے۔

چونکہ ہم افغانستان میں دفاعی جنگ لڑرہے ہیں، ہمارا مقصد اپنے وطن عزیز کو دشمن کے ناپاک قدموں سے پاک کرکے یہاں اسلامی نظام کا قیام ہے یہی ہماری فتح اور یہی ہماری کامیابی ہوگی۔

ان شاء اللہ ! امارت اسلامیہ کی عملیات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی سابقہ عملیات سے بڑھ کر کامیاب اور اسم بامسمیٰ ثابت ہوں گے اور اس کے واسطے سے ہم افغانستان میں دشمن کی شکست اور مجاہدین کی بڑی کامیابیوں اور شاندار فتوحات کا مشاہدہ کرسکیں گے اور یہی فتوحات ان شاء اللہ دیگر مغصوب و مقہور خطوں کے لیے آزادی کی نوید لے کر آئیں گے۔ وماذلک علی اللہ بعزیز

امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین کے لیے

لائحہ

گذشتہ سے پیوستہ: قارئین کرام! لائحہ کے عنوان سے امارت اسلامیہ کی جانب سے مجاہدین کے لیے مرتب اصول وضوابط کا ترجمہ قسط وار شائع کیا جارہا ہے۔ جس کا آغاز ماہنامہ شریعت کے گذشتہ شمارے سے ہوچکا ہے اب آپ آگے ملاحظہ فرمائیں۔

قسط نمبر 2

۴۔ وہ لوگ جو دعوت قبول کرنے کے بعد وعدوں کی پاسداری نہ کریں اور علانیہ غداری کے مرتکب ہو جائیں تو ایسے شخص سے کیے ہوئے تمام وعدے لغو ہیں۔ دوبارہ ہتھیار ڈالنے اور تائب ہونے کی صورت میں اگر مجاہدین کو ان کی جانب سے اطمینان نہ ہو تو ان سے ضمانت لے لیں۔

۵۔ موجودہ کرپٹ انتظامیہ سے متعلق کسی شخص پر اگر مسلمانوں کے قتل کا الزام ہو۔ عام مسلمان بھی اس سے نفرت کرتے ہوں۔ ایسا شخص اگر مخالفین کی صفوں سے نکل جائے۔ مجاہدین ایسے شخص سے واپس دشمن کی صفوں میں داخل نہ ہونے اور کسی کو نقصان نہ پہنچانے کی ضمانت لیں۔ ایسا شخص عام آدمی کی حیثیت سے زندگی بسر کرے۔ پھر بھی ضلعی سربراہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ جب تک بھرپور اعتماد اور اطمینان حاصل نہ ہو ایسے شخص کی بھرپور انداز میں نگرانی کی جائے۔

البتہ کوئی اہم کارنامہ انجام دینے کی صورت میں جیسے کسی خارجی فوجی یا کسی بڑے عہدے پر فائز حکومتی شخص کے قتل یا زندہ گرفتار کر کے مجاہدین کے حوالے کرنے کی کوئی ضمانت دینے پر اسے امتیازی اعزاز سے نوازنے کے لیے قیادت سے متعارف کرایا جائے۔

۶۔ جو لوگ کٹھ پتلی انتظامیہ کی صفوں سے نکل کر مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالدیں۔ مجاہدین پورا اطمینان اور اعتماد حاصل ہونے تک انہیں اپنی صفوں میں جگہ نہ دیں۔ اطمینان اور اعتماد حاصل ہونے کے بعد ان کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ضلعی ذمہ دار سے اجازت لینا ضروری ہو گا۔

۷۔ مخالف لشکر میں سے اگر کوئی مسلح شخص اپنی فوج سے الگ ہو جائے اور ایسی جگہ آجائے جہاں اپنا دفاع نہ کر سکتا ہو اور اس کی ظاہری حالت سے لگتا ہو کہ وہ ہتھیار ڈالنے کے ارادے سے آیا ہے۔ جب تک یہ یقینی معلوم نہ ہو جائے کہ یہ شخص ہتھیار ڈالنے کی نیت سے نہیں بلکہ دھوکہ دے کر حملہ کی نیت سے آیا ہے اس وقت تک اس شخص کا قتل جائز نہیں۔

۸۔ مخالف لشکر میں سے اگر کوئی شخص کسی مجاہد سے کہے کہ میں مخالف صف میں رہتے ہوئے مجاہدین کے لیے خدمت انجام دوں گا اس شرط پر کہ آپ کے گروپ یا جماعت کے مجاہدین مجھے نقصان نہ پہنچائیں۔ مجاہدین کو صرف رابطہ کی صورت میں اس طرح کا خصوصی امن دینے کی اجازت ہے۔ عمومی امن نہ دیا جائے۔ رابطہ کی صورت میں مجاہد اپنے ضلعی ذمہ دار سے اجازت لے، جبکہ ضلعی ذمہ دار صوبائی ذمہ دار سے اجازت لینے کا مکلف ہے۔ امن دینے والے شخص یا گروپ کے علاوہ دیگر مجاہدین پر اس مامون شخص کے قتل یا نقصان کی صورت میں کسی قسم کی ذمہ داری عائد نہ ہو گی۔ اس لیے کہ اس شخص کو عمومی امن نہیں دیا گیا تھا۔

دوسرا حصہ قیدیوں کے بارے میں

۹۔ کوئی ملکی یا بیرونی دشمن پکڑا جائے تو اسے فوراً صوبائی ذمہ دار کے حوالے کیا جائے۔ حوالگی کے بعد معاملہ صوبائی ذمہ دار کی صوابدید پر ہے چاہے انہیں مجاہدین سے اس کی حفاظت کروائے یا دوسرے مجاہدین کے حوالے کرے۔

۱۰۔ غلام انتظامیہ کا ملکی فوجی، پولیس یا کوئی اور اہلکار اور عہدیدار اگر پکڑے جائیں ان کے بدلے میں اپنے قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ، احساناً یا کسی پختہ ضمانت کے بدلے چھوڑنے کا اختیار صرف اور صرف صوبائی ذمہ دار کو ہے۔ نقد رقم کے بدلے آزاد کرنا ممنوع ہے۔ مارنے، قتل کرنے یا تعزیر کا اختیار صرف امام، امام کے نائب یا صوبے کے قاضی کو ہے۔ کسی اور کو یہ حق نہیں۔ کسی صوبے میں قاضی نہ ہو تو قتل و تعزیر کے معاملے میں قضا کا معاملہ صوبائی ذمہ دار کے حوالے کیا جائے۔

جاری ہے۔۔۔۔

★★★

مولوی عبدالحنان جہادوال شہید کی حیات اور کارناموں پر ایک نظر

تحریر: عبدالرؤف حکمت

قندہار ضلع خاکریز کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہونے والا وہ نوجوان جسے والدین نے علم دین کے لیے وقف کر دیا تھا۔ مگر پندرہ سال کی عمر میں اس نے اپنی کتابیں سمیٹ کر والدین سے چھپ کر میدان کارزار کا رخ کیا۔ شروع میں کم عمری کے باعث مجاہدین نے انہیں جہاد کی صفوں میں شامل ہونے سے روک لیا۔ مگر ان کی کم عمری ان کے جہادی جذبے کی راہ میں حائل نہ بن سکی۔ انہوں نے روسی افواج کے خلاف مسلح جہادی کارروائیاں شروع کر دیں۔ روس کی شکست کے بعد بھی ان کا جہادی جذبہ ٹھنڈا نہ ہوا انہوں نے کمیونسٹوں کا تعاقب شروع کر دیا۔ جہادی جذبے نے انہیں نئی راہیں متعارف کرائیں۔ افغانستان کی سرحدیں پار کر کے ماوراء النہر تاجکستان میں کیمونزم کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔ دو سال تک وہاں مصروف جہاد رہنے کے بعد افغانستان میں جاری فساد کے خلاف جہاد کی حمایت کر دی۔ چیچنیا، ماوراء النہر، عرب دنیا، براعظم افریقا اور دنیا کے دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے مہاجر مجاہدین کے ساتھ وقت گزارا۔ اور جب امریکیوں نے اس ملک پر یلغار کر دی انہوں نے ایک نئے حوصلے سے جہاد کا آغاز کر دیا۔ زابل، قندہار اور ہلمند کے میدانی اور پہاڑی علاقوں میں کئی بار دشمن سے مقابلہ کیا اور آخر کار ہلمند ضلع گریشک میں جہاں ٹھہرے تھے وہیں تہجد کے بعد دعا کرتے ہوئے امریکی طیاروں کی بمباری کا نشانہ بن کر شہید ہو گئے۔

مولوی عبدالحنان رحمہ اللہ کی روح بھی ہمارے دوسرے مجاہدین کی طرح کئی عشروں پر محیط جہادی سفر سے تھکن کا شکار نہ ہوئی۔ اس راہ میں سو سو بار جسم طویل طویل سفروں، ہجرتوں، تکالیف اور پریشانیوں سے تھک کر چور چور ہوا مگر ان کے ہمت و حوصلے میں کمی نہیں آئی۔ ان کی بے قرار روح کو سکون اس وقت ملا جب ان کے جسم کے پرخچے کروز میں اڑ گئے۔ جی ہاں عظیم روحیں ایسی ہی ہوتی ہیں کہ ان کا جسم ان کی بے قراری کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو جاتا ہے۔

اذا كانت النفوس كبارا
تعبت في مرادها الاجسام

پیدائش اور زندگی کے ابتدائی مراحل:

عبدالحنان جہادوال 1964ء 1384ھق کو افغانستان قندہار کے مرکز کے جنوب میں پچاس کلومیٹر دور واقع ضلع خاکریز کے علاقے "لام" میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد ابراہیم تھا۔ پشتونوں کے قبیلے توخی سے تعلق تھا۔ ان کا خاندان علاقے میں دیندار اور نیک کردار مشہور تھا۔

عبدالحنان ابھی بچے تھے کہ والد نے انہیں دینی تعلیم کے لیے ایک مقامی مدرسے میں داخل کروایا۔ آپ نے پندرہ برس کی عمر تک اپنی دینی تعلیم جاری رکھی۔ ان کی ذہنی استعداد اچھی تھی اس لئے انہوں نے کم عرصے میں علم کا ایک بڑا حصہ حاصل کر لیا۔

عملی جہاد کا آغاز:

انہوں نے جب لڑکپن سے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس وقت افغانستان میں کیمونزم اور سوویت یونین کے خلاف جہاد کا آغاز ہو چکا تھا۔ انہیں جہاد میں شرکت کا بہت شوق تھا۔ وہ صرف اس بات کے انتظار میں تھا کب ان کی عمر اتنی ہو کہ وہ جہاد میں شرکت کا اہل ہو سکے لیکن وہ زیادہ دیر انتظار نہ کر سکے اور 15 سال کی عمر میں ہی اپنے علاقے سے ہلمند چلے گئے۔ ہلمند میں مجاہدین کے مختلف محاذ متحرک تھے۔ بہت سے محاذوں پر جا کر شامل ہونے کی درخواست کی مگر کم عمری کے باعث ہر جگہ سے انکار کیا گیا۔ وہ واپس اپنے گاوں آئے۔ بعد ازاں وہ قندہار ضلع ارغنداب گئے۔ وہاں طالبان کے نام سے قائم ایک مشہور جہادی محاذ میں ملا شیرین اخند کے زیر سرپرستی جہاد کا آغاز کیا۔

مولوی عبدالحنان صاحب اس وقت کم عمر تھے اس کے باوجود ان کا علمی اور جہادی استعداد انتہائی بلند تھا۔ انہوں نے اپنے پورے جہادی دور میں نہ صرف یہ کہ اپنی دینی تعلیم جاری رکھی بلکہ دیگر مجاہدین ساتھیوں کو بھی مختلف کتابیں پڑھاتے رہے۔ اس طرح جہاد کے ساتھ ساتھ علمی افادہ اور استفادہ بھی جاری رہا۔

کمیونزم کے خلاف جہاد:

مولوی عبدالحنان جہادوال نے پہلے پہل ملا محمد شیرین اخند کے زیر قیادت جہاد کا آغاز کر دیا۔ بعد ازاں انہوں نے کچھ دیگر جہادی محاذوں پر بھی خدمت انجام دی

اور آخر میں مجاہدین کے ایک گروپ کی سرپرستی بھی ذمے لے لی۔

ارغنداب میں جہاد کے آخری مراحل میں ان کے ساتھی اکثر وہ عرب، چیچن اور ازبک مجاہدین تھے جو کیمونزم کے خلاف جہاد کے لیے افغانستان آئے تھے۔ یہاں سے مہاجر مجاہدین کے ساتھ ان کے تعلقات شروع ہوئے اور زندگی کے اختتام تک عرب اور دیگر مجاہدین کے ساتھ انتہائی قریبی دوستی رہی۔

ارغنداب میں جہاد کے دوران مولوی عبدالحنان جہاد وال دو مرتبہ شدید زخمی ہوگئے۔ ایک مرتبہ موصوف روسی فوجیوں کی جانب سے داغے گئے مارٹر گولے کے ٹکڑے ان کے پیٹ میں لگے۔ زخم انتہائی شدید اور خطرناک تھا۔ اس زخم کے باعث ڈاکٹروں نے انہیں مصنوعی انتڑیاں لگوائیں۔ مگر یہ زخم بھی ان کے جہادی جذبے کو ٹھنڈا نہ کرسکا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اب بھی بھاری بھرکم جہادی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔

مولوی عبدالحنان جہاد وال نے برسوں تک اپنا جہادی فریضہ نبھائے رکھا۔ افغانستان میں سوویت یونین کی شکست کے بعد وہ وسطی ایشیا میں اٹھنے والی جہادی تحریکوں میں شرکت کے لیے وسطی ایشیا چلے گئے۔ انہوں نے دو سال ماوراء النہر کے جہادی صفوں میں گزارے۔ ان کی زندگی کے اس دورانیے کے متعلق زیادہ معلومات مہیا نہ ہوسکیں۔ جو کچھ ان کے ساتھی جانتے ہیں وہ یہ کہ مولوی عبدالحنان نے اس جہادی سفر میں تاجکستان اور آذربائیجان میں کیمونسٹوں کے خلاف جہادی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ اس سفر میں بھی وہ تاجکستان میں ایک مرتبہ زخمی اور ایک مرتبہ روسی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔ جیل میں روسی فوجیوں نے ان پر شدید مظالم ڈھائے اور سخت اذیتیں پہنچائیں مگر اللہ تعالی نے اپنے فضل سے ان تمام آزمائشوں میں انہیں سرخرو رکھا۔

اس جہادی سفر کے دوران انہوں نے نہ صرف جہادی کارروائیوں میں حصہ لیا بلکہ مجاہدین کے ایک ٹریننگ کیمپ {معسکر} کے سربراہ بھی رہے اور تقریباً دو سال بعد واپس افغانستان لوٹے۔

امارت اسلامیہ میں خدمت:

قندہار لوٹنے کے بعد شہید جہاد وال صاحب نے قندہار ضلع امان کے علاقے خوشاب میں مسلمان بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ بعد ازاں وہ یہاں سے اپنے آبائی علاقے خاکریز "لام" منتقل ہوگئے۔

اس وقت ملک کے اکثر حصے امارت اسلامیہ کے ہاتھوں فتح ہوچکے تھے۔ امارت اسلامیہ کو حکومت چلانے کے لیے بااستعداد لوگوں کی ضرورت تھی۔ اس لیے مولوی عبدالحنان جہاد وال کو امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کی جانب سے امارت اسلامیہ میں خدمت کے لیے متعین کیا گیا اور انہیں ہرات میں افغانستان کے شمال مغربی صوبوں کے تنظیمی سربراہ کا معاون اور انہیں علاقوں میں مہاجر مجاہدین کا سربراہی کی ذمہ داری دی گئی۔ ہرات میں ان کے ساتھیوں کا مرکزی کیمپ باغ اسلامی کے علاقے میں تھا۔ مگر وہ اکثر اوقات قول اردو کے قریب ایک عمارت میں رہتے۔ اس وقت ان کی قیادت میں بہت سے مہاجر مجاہدین اپنا فریضہ انجام دے رہے تھے جن میں کچھ معروف نام بھی شامل ہیں جیسے ابومصعب الزرقاوی اور ابومحمد وغیرہ۔ یہ زیادہ تر افغانستان کے شمال میں مختلف علاقوں میں جہادی ذمہ داریاں نبھاتے تھے۔

امریکی جارحیت کے خلاف جہاد:

امریکی جارحیت کے بعد جب مجاہدین شہروں سے نکل گئے مولوی عبدالحنان جہاد وال بھی اپنے تمام وسائل جن میں اسلحے اور دیگر اسباب شامل تھے کے ساتھ قندہار لوٹے اور اس علاقے میں امریکا کے خلاف جہادی تنظیم سازی کا آغاز کردیا۔ اس سے قبل انہوں نے کچھ اسلحہ کچھ مخلص لوگوں میں تقسیم کیا تھا تاکہ امریکیوں کے خلاف جہاد کو جاری رکھیں۔ قندہار لوٹنے کے بعد انہوں نے چند جہادی کمانڈروں اور بااحساس لوگوں سے ملاقات کی۔ اس مقصد کے لیے ملک کے دیگر علاقوں کے دورے بھی کیے تاکہ جہادی تحریک کے لیے افراد اور وسائل جمع کریں۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد زابل کے علاقے "دائچوپان" گئے۔ وہاں دوسرے مجاہدین کے تعاون سے ایک خفیہ جہادی مرکز تشکیل دیا۔ اس وقت موصوف امریکیوں کو مطلوب تھے۔ دو مرتبہ امریکیوں نے ان کے گھر پر چھاپہ مارا۔ مگر اللہ تعالی نے ان کی حفاظت فرمائی۔ اس کے بعد ان کی طرح ان کا گھر بھی بے قرار ہوگیا۔ پہلے قندہار منتقل ہوئے۔ وہاں حالات سخت ہوئے تو صوبہ زابل کے مرکز کے مضافاتی علاقے سینک میں رہائش اختیار کی۔ چند سال وہاں گزارے۔ مگر اس پورے عرصے میں وہ جہادی سفر پر رہے اور بہت کم گھر آتے۔ ان کے گھر کے ایک فرد کا کہنا ہے مولوی صاحب نے اپنی زندگی کے نو حصے جہاد میں اور ایک حصہ گھر میں گزارا۔

قندہار میں جہادی مرکز کی تاسیس:

افغانستان پر امریکی جارحیت کا تیسرا سال تھا جب مولوی عبدالحنان جہاد وال صاحب نے چند دیگر ساتھیوں کے تعاون سے قندہار ضلع خاکریز کے خشکتو کے پہاڑی علاقے میں پہلی مرتبہ جہادی مرکز کی بنیاد رکھی۔ یہ جہادی مرکز پہاڑوں کے ایک دورافتادہ علاقے میں بنایا گیا۔ بعد میں اس میں بار بار تبدیلی اور وسعت آتی گئی جس نے جہادی کارروائیوں میں اہم کردار ادا کیا۔ اس مرکز کا پہلا کمرہ لکڑیوں اور شاخوں سے بنا تھا۔ جس میں ایک کمرہ بنیاد ہی سے مولوی صاحب نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا۔ ابتداء میں خوراک کا کوئی انتظام نہ تھا۔ راشن اور خوراک لانے کے لیے خفیہ طور پر مجاہدین کو ۳ گھنٹوں کا پیدل سفر کرنا پڑتا تھا۔ یہاں تک کہ بہت مرتبہ مجاہدین کو خوراک کے طور پر پہاڑی بوٹیوں اور لکڑیوں کا بھی استعمال کرنا پڑا۔

خاکریز کے پہاڑی علاقوں میں یہی خفیہ مرکز تھا جس سے مجاہدین نے تربیتی اور سوق الجیش کی فعالیت کا آغاز بھی کیا۔ قندہار میں یہ مرکز جہاد کے اہم

مراکز میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی مرکز سے مجاہدین خاکریز کے علاوہ، دامان، شاہ ولیکوٹ، نیش، اروزگان اور دہراود کے اضلاع میں بھی اپنی تشکیلات کرتے تھے اور کارروائی کے لیے چھوٹے چھوٹے دستے بھیجتے۔ بعد ازاں کارروائیوں کا حجم اور بھی پھیل کر ہلمند تک پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ اس مرکز کے مجاہدین جس کی عمومی سرپرستی مولوی عبدالحنان جہادوال کر رہے تھے گریشک، سنگین، ژڑی اور میوند میں بھی اپنی جہادی کارروائیاں کرتے۔ افغانستان کے جنوب میں مختلف علاقوں سے مجاہدین اسی مرکز میں آتے۔ ان میں سے بعض جہادی تربیت کے حصول اور بعض جہادی ہدایات کے لیے آتے تھے۔

یہ جہادی مرکز جو خاکریز کے پہاڑی علاقوں میں واقع تھا اور کئی بار تبدیل کیا گیا۔ امریکیوں نے اس مرکز پر دو مرتبہ سخت کارروائی کی۔ مگر دونوں مرتبہ سخت شکست سے دوچار ہوئے۔ پہلی کارروائی میں 2 مجاہدین شہید ہوئے۔ مرکز کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ دوسری مرتبہ بڑا آپریشن کیا گیا جو تین دن تک جاری رہا۔ مجاہدین کی مزاحمت کے باعث دونوں جانب شدید نقصانات ہوئے۔ اس جنگ میں مولوی صاحب نے مجاہدین کو تین گروپوں میں تقسیم کر دیا جو مختلف علاقوں میں دشمن سے برسرپیکار رہے۔ مجاہدین میں سے کل 10، افراد شہید 22 زخمی ہوگئے۔ جبکہ ایک ساتھی زندہ امریکیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ اس جنگ میں 12، افراد خارجی فوج بھی ہلاک ہوگئے۔

ان ابتدائی مراحل میں ایک طرف مولوی عبدالحنان صاحب جہادی مرکز کی برکت سے قندہار کے تمام علاقوں میں جہادی روح پھونک رہے تھے۔ دوسری طرف بڑے چھوٹے معرکے بھی جاری رہے۔ ابتدائی مراحل میں چھوٹی چھوٹی کارروائیوں کے علاوہ ایک بڑی کارروائی ضلع نیش درہ نور میں ہوئی۔ جس میں مورچہ بند کارروائی کر کے مجاہدین نے امریکی جارحیت پسندوں کے 2 ٹینک اور داخلی فوج کی ایک رینجر گاڑی مکمل طور پر تباہ کر دی۔ اس کارروائی میں 20 سے زیادہ خارجی و داخلی فوجی ہلاک ہوئے۔

دیگر علاقوں میں جہادی فعالیت:

سال 2005 کے دوران جب جہاد علی الاعلان جاری تھا اور مجاہدین نے شمالی اور جنوبی علاقوں میں جہادی کارروائیوں کا آغاز کر دیا تھا تو مولوی عبدالحنان صاحب نے قندہار اور ہلمند کے مختلف علاقوں میں جہادی کارروائیوں مصروف تھے۔ اس دوران امارت اسلامیہ کی قیادت نے انہیں عسکری کمیشن کے معاون کی حیثیت سے متعین کیا۔ ان کا اکثر وقت قندہار اور ہلمند کے جہادی مراکز میں گزرتا تھا۔ اس دوران ان کے بہت سے ساتھی ژڑی کے علاقے میں جہادی خدمت میں مصروف تھے۔ اس وقت یہ علاقہ ملک کے جنوبی علاقوں کی سطح پر نمایاں مقامات میں سے رہا۔ اسی روز میوند، خورک اور گریشک میں بھی ان کی کارروائیاں جاری تھیں۔

ژڑی میں انہوں نے امریکیوں کے ساتھ کئی شدید معرکے لڑے، اور امریکیوں کو شدید نقصان پہنچایا۔ اس لیے امریکی فوجی ان کے پیچھے لگ گئے۔ اور ان کی شہادت کی سخت کوششیں شروع کر دیں۔

18 شعبان 1427ھق کو امریکی فوجیوں نے اپنی کوششوں سے قندہار کے علاقے پاشمول میں مولوی عبدالحنان صاحب کا خفیہ ٹھکانہ ڈھونڈ نکالا۔ جس پر بعد ازاں کروز میزائل گرایا گیا۔ اس حملے میں مولوی عبدالحنان صاحب کے بھتیجے اور نائب گل محمد سمیت ان کے 19 جہادی ساتھی شہید اور 11 زخمی ہوگئے۔ چونکہ وہ اس وقت اپنے ٹھکانے پر موجود نہیں تھے اس لیے اللہ تعالی نے انہیں محفوظ رکھا۔ مگر اس حملے کے بعد امریکیوں کو ان کی تلاش اور زیادہ ہوگئی۔ اور ہر لمحہ اس کوشش میں رہے کہ ان کی کوئی شبیہ تلاش کر کے اس پر حملہ کیا جائے۔

شہادت کا واقعہ:

اوپر ہم کہہ چکے ہیں کہ مولوی صاحب کی جہادی مصروفیت بہت حد تک ہلمند اور قندہار کے مختلف علاقوں میں تھی۔ جس میں زیادہ تر عرصہ ان کا ہلمند کے ضلع گریشک میں گذرا۔ 2007ء کے اوائل میں مولوی صاحب اسی علاقے میں تھے جب امریکیوں کی جانب سے ان پر حملے ہونے لگے۔ پہلی مرتبہ گریشک کے علاقے زیبلی میں امریکیوں نے ان کی رہائش گاہ پر چھاپہ مارا، جس کا مولوی صاحب نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں انہوں نے امریکیوں کو بھی نقصانات پہنچائے۔ امریکیوں کے اس حملے میں ان کے 9 مجاہد ساتھی شہید اور 3 زخمی ہوگئے۔ مولوی صاحب اس محاصرے سے اللہ کی فضل سے بخیر و عافیت نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

اس سے اگلی رات 27 محرم الحرام 1428ھ ق بمطابق 15 فروری 2007 کو منگل اور بدھ کی درمیانی رات تھی مولوی صاحب گریشک ہی کے ایک ٹھکانے میں تھے۔ ان کے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ مولوی صاحب تہجد کی نماز کے لیے اٹھے تھے اور نماز کے بعد دعا میں مصروف تھے کہ اچانک امریکی طیاروں نے آکر اسی ٹھکانے کو نشانہ بنایا اور مسلسل بمباری کر کے مولوی صاحب کو 4 ساتھیوں سمیت شہید کر دیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

مولوی صاحب کے قریبی ساتھی حافظ محمد جنہوں نے مولوی صاحب کے ساتھ بہت عرصہ گزارا، ان کا کہنا ہے کہ مولوی صاحب نے شہادت سے کچھ دیر قبل اپنی شہادت کی خوشخبری سنائی جو ان کے کہنے کے مطابق بالکل درست نکلی۔ شہادت کے بعد مولوی صاحب کا جسد خاکی اپنے گاوں لے جایا گیا اور قندہار ضلع خاکریز کے گاوں اٹلی میں انہیں دفن کیا گیا۔ پس ماندگان میں انہوں نے تین بیٹے محمد ناصر، انس اور ضرار اور چار بیٹیاں چھوڑیں۔ امریکا کے خلاف جہاد میں ان کے خاندان کے دو فردان کے بھتیجے گل محمد اور عبید بھی شہید ہوگئے ہیں۔ ان کا خاندان جہادی جذبے سے سرشار خاندان ہے۔

مولوی عبدالحنان جہادوال صاحب کی حیات وافکار:

قندھار کے کے رہائشی حافظ محمد جو مولوی عبدالحنان صاحب کے قریبی اور رازدار ساتھیوں میں سے ہیں۔ مولوی عبدالحنان صاحب کی ذاتی صفات، اخلاق اور استعداد کے متعلق جب میں نے ان سے پوچھا تو ان کا کہنا تھا: "مولوی صاحب ایک جامع انسان تھے۔ مطلب یہ کہ علم، تقوی، دیانت، برداشت، استقامت، شجاعت، صبر اور توکل ہر حوالے سے قابل رشک استعداد مالک کے تھے۔ مگر ان کی سب سے نمایاں صفت استقامت تھی وہ کسی بھی حال میں اپنے حوصلے کو پست نہیں کرتے تھے۔

حافظ محمد کا کہنا ہے جہاد میں مختلف تکلیفیں پیش آتی تھیں۔ اقتصادی مشکلات، جگہ اور ٹھکانے کا نہ ہونا، خوراک کی کمی، دشمن کا دباو اور دیگر طرح طرح کی پریشانیاں۔ مگر اللہ تعالی نے ایک حقیقی مجاہد کی طرح مولوی صاحب کو بھی ایسی استقامت سے نوازا تھا کہ ہر طرح کی آزمائش میں سرخرو ہوکر نکلتے۔ گھبراہٹ، بدحواسی اور حوصلہ ہارنے کی کوئی نشانی ان میں موجود نہ تھی۔

صوبہ زابل کے امارت اسلامیہ کے جہادی مسئول ملا شرف الدین تقی جنہوں نے اکثر وقت ان کے قریب گزارا تھا ان کا کہنا تھا مولوی صاحب انتہائی مستغنی انسان تھے۔ ان کی کوشش ہوتی کہ مجاہدین کو مادیات سے بے پرواہ کر کام کرنے کا عادی بنایا جائے۔ مولوی صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ جہادی کام میں کبھی بھی دنیاداروں سے کسی قسم کا طمع نہ رکھا کریں۔ ہر کس وناکس سے مالی تعاون نہ مانگیں۔ کیوں کہ اس سے جہاد کی برکت ختم ہوجاتی ہے۔ صرف مخلص اور صالح دنیاداروں سے جہاد میں [مالی] مدد مانگیں۔

حافظ محمد بھی یہی کہتے ہیں ان کا کہنا ہے: خاکریز میں غزنی کے مرکز میں قیام کے دوران ایک مرتبہ مجاہدین کو سخت اقتصادی مشکلات کا سامنا تھا۔ یہاں تک کہ کھانے کے لیے بھی کچھ نہ تھا۔ پہاڑی پودے کھانے کے طور پر استعمال کرنے لگے۔ اس وقت ایک صاحب مرکز میں آئے اور بیس ہزار روپے مولوی صاحب کو تعاون کے طور پر پیش کیے۔ مولوی صاحب اس آدمی کو جانتے تھے کہ مخلص نہیں ہے اور اس تعاون سے ان کا مقصد کسی دنیاوی فائدے کا حصول ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنی عادت کے مطابق بظاہر انہیں پوری عزت دی اور اس کی مہمان نوازی کی مگر آخر میں کہا ابھی فی الحال ہمیں پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسری جگہ ممکن ہے ہم سے زیادہ صاحب ضرورت مجاہدین ہوں اس لیے بہتر یہ ہوگا یہ رقم انہیں پہنچادیں۔ وہ شخص جو صرف اپنے مقصد کے حصول کے لیے ہمارے پاس آیا تھا مولوی صاحب کی اس بات پر حیران رہ گیا اور یوں ہی نامراد واپس ہوا۔

ملا شرف الدین تقی کہتے ہیں مولوی صاحب ہر طرح کے حالات میں مجاہدین کا حوصلہ بلند رکھنے کی کوشش کرتے۔ وہ مادیات کی نسبت روحانیت پر زیادہ توجہ دیتے۔ موصوف کہتے تھے ایک مرتبہ عراق سے عراقی مجاہدین کے نمایاں کمانڈر ابو مصعب الزرقاوی جنہیں مولوی صاحب کی شاگردی کا شرف بھی حاصل تھا مولوی صاحب کو خط میں " والدی الاستاذ " سے مخاطب کرتے تھے۔ مولوی صاحب سے ٹیلفون پر بات کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ کو نقد تعاون کی ضرورت ہو تو میرے پاس چند ملین ڈالر ہیں میں آپ کی مدد کرسکتا ہوں۔ مگر مولوی صاحب جو اس وقت سخت مالی مشکلات کا شکار تھے ان سے کہا " نہیں الحمد للہ کسی تعاون کی ضرورت نہیں۔ مجاہدین ہر لحاظ سے پورے ہیں "۔ ان سے جب اس بات کی وضاحت پوچھی گئی تو انہوں نے کہا عراق کے مجاہدین اس وقت مزاحمت میں مصروف ہیں۔ افغانستان کا جہاد سے ان کے بھی حوصلے بلند ہیں۔ ہم جس حالت میں بھی ہیں مگر انہیں ہم سے حوصلہ ملتا ہے، ان کا مورال ہمی سے بلند رہتا ہے۔ ہم اگر ان سے تعاون کی امید رکھیں تو ہوسکتا ہے وہ سوچیں یہاں مجاہدین اتنے کمزور ہیں کہ دوسرے صف کے مجاہدین سے تعاون مانگ رہے ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم انہیں ایسا کمزور تاثر نہ دیں بلکہ انہیں اپنا آپ قوی دکھائیں تاکہ ان کا مورال اور بھی بلند ہوجائے۔

جناب تقی کہتے ہیں مولوی صاحب مجاہدین کو سخت اقتصادی حالات میں بھی بلند حوصلہ رکھتے۔ انہیں اقتصادی مشکلات سے بے خبر رکھتے، اس مقصد کے لیے طرح طرح کی ترکیبیں استعمال کرتے۔ مثال کے طور پر اگر اقتصادی مشکل ہوتی اور کوئی چیز خریدنے کے پیسے نہ ہوتے تو مولوی صاحب دیکھتے کہ مرکز میں کسی جگہ روٹی، شیرینی یا دوسری کھانے کی چیز کسی نامناسب جگہ رکھی ہوئی ہے، یا روٹی بچ گئی ہے تو مصنوعی ڈانٹ کے ساتھ کہتے آپ لوگوں کے مصارف اور بے پروائی بڑھ گئی ہے۔ اس لیے آپ لوگوں کی سزا یہ ہے کہ آپ لوگوں کی شیرینی بند ہے اور یا تمہاری روٹی کم ہوگی۔ حالانکہ درحقیقت شیرینی خریدنے یا پوری روٹیاں پکانے کے لیے پیسے نہ ہوتے۔

ان کے ساتھی کہتے ہیں مولوی صاحب ذاتی طور پر بھی انتہائی تقوی دار تھے۔ ان کے اپنے اعتراف اور ان کے ساتھیوں کے کہنے کے مطابق ان کی زندگی کے 15 ویں سال سے لے کر 45ویں سال تک یعنی ان تیس سالوں میں استثنائی حالات کے علاوہ کبھی ان کی تہجد قضا نہ ہوئی۔ ان کے ساتھ کہتے ہیں حتی کہ اگر رات کے آخری پہر میں بھی انہیں سونے کا موقع مل جاتا تب بھی تہجد کے لیے ضرور اٹھتے۔ اپنے ساتھیوں کو بھی تہجد کے لیے بیدار کرتے۔

مولوی صاحب کی دوسری خصوصیت مطالعے کا شوق تھا۔ سفر وحضر اور ہر طرح کے حالات میں ان کے ساتھ کچھ کتابیں ضرور ہوتیں جس کا وہ مطالعہ کرتے۔ انہیں زیادہ شوق اسلامی تاریخ، سیر، اور احادیث کے مطالعے کا تھا۔ سورت الانفال اور سورت التوبہ انہیں خود بھی یاد تھے اور اپنے ساتھیوں سے بھی ضرور یاد کرواتے۔ ہمیشہ ان سورتوں کا ترجمہ اور جہادی وعظ کہتے۔۔۔۔۔۔

بقیہ صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمالیں۔

تیری ہمت اور بلند حوصلہ کو سلام

شہیدزوی

موسم بہار آگیا، ڈھیر ساری خوشیاں اپنے دامن میں لیکر ہمارے درمیان وارد ہوا، ہاں، نئے احساس اور جذبوں کے ساتھ بہار، جہادی سرگرمیوں کو جلابخشنے والی بہار، صلیبی استعمار کے خلاف خیر القرون کے سپہ سالار اور فاتح حضرت خالد بن ولید کے مبارک فاتحانہ نام سے موسوم نئے سالانہ جہادی آپریشنز کی بہار، دشمن پر قیامت برپاکرنے والی بہار، قربانیوں کی بہار، میدان کارزار کی بہار، سنگر کو لہو سے تازہ رکھنے والی بہار، کامیابیوں کی بہار، آزادی اور خودمختاری کی بہار، اسلام کی آبیاری کے لئے مجاہدین کا خون بہانے والی بہار، ماضی کی درخشاں تاریخ دہرانے کی بہار، دشمن کو عبرتناک سبق سکھانے کی بہار، امت مسلمہ پر ڈھائے جانے والے مظالم کا حساب لینے والی بہار، مسلمانوں کی امنگوں کی بہار، قابض قوتوں کو شکست دینے اور مجاہدین کی نئی فتوحات کی بہار کی آمد۔

اے اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے ہم کمزور لوگوں کو بڑی قوت بخشی، اگر ہم شب وروز سربسجود رہیں پھر بھی تیرا شکر ادا نہیں کرسکتے، وہ وقت بھی گزر گیا کہ امریکی کی سربراہی میں نیٹو صلیبی اتحاد نے ہمارے اسلامی ملک پر یلغار کرکے خون کی ندیاں بہائیں، آبادی کو اجاڑ کر نہتے افغانوں کو تہہ تیغ کیا، ہم وسائل اور اسباب کے لحاظ سے بہت کمزور تھے، ہماری تعداد کم تھی، رات گزارنے کی جگہ نہیں تھی، دنیا میں کوئی بھی ہمیں پناہ دینے کو تیار نہیں تھا، ساری دنیا میں خوف کا سماں تھا، امریکہ کا دبدبہ تھا، ہر کوئی ہراساں تھا، کوئی ساتھ دینے کو تیار نہیں تھا۔ امریکہ بہادر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ظلم سے بغاوت کی ہمت کسی میں بھی نہیں تھی، ایک جانب حوصلہ دم توڑ چکا تھا دوسری جانب ہر کوئی مجاہدین کو ڈرانے کی کوششوں میں مصروف تھا، ملک پر قبضہ جمانے کے بعد دشمن کا غرور آسمان کو چھورہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کسی طالب کو نہیں چھوڑیں گے، گرفتار کریں گے یا قتل کریں گے تیسرا کوئی راستہ نہیں۔

ہر کسی کا یہ خیال تھا کہ پھر افغانستان میں کوئی طالب کا نام نہیں لے سکتا، مجاہدین نیست ونابود ہوجائیں گے، دنیا میں جہاد کا سلسلہ بند ہوجائے گا، بہت برے دن تھے، دشمن طالبان کا نام ونشان مٹانے کے درپے تھا جبکہ مجبور اور خوف زدہ اتحادیوں کو یہ فکر لاحق تھی کہ وہ استعمار کے شر سے کیسے محفوظ رہ سکیں گے

لیکن طالب! تیری ہمت اور بلند حوصلہ کو سلام۔ تیرا حوصلہ پست نہیں ہوا، ایٹمی قوتوں اور بے پناہ عسکری وسائل کے وسیع اتحاد کے آگے سر نہیں جھکایا، دشمن کے جنگی وسائل نے آپ کو متاثر اور خوفزدہ نہیں کیا، دوستی کے لبادے میں منافق دوستوں کے بزدلانہ مشوروں اور دشمن کے ساحرانہ پروپیگنڈوں نے آپ پر کوئی اثر نہیں کیا، سازش کا حصہ بنے اور نہ ہی حادثاتی حالات سے گھبرا کر اپنے موقف سے پیچھے ہٹے بلکہ نامساعد اور ناموافق حالات میں سر اٹھا کر جینے کے لئے آگے بڑھے، اپنے رب پر توکل کیا اور جہاد کا علم بلند کرتے ہوئے نئے عزم کے ساتھ معرکے کا میدان سجایا، دین اسلام کی سربلندی اور اپنے پیارے ملک کی آزادی کے تحفظ کے لئے سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان کارزار میں کود پڑے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے قربانیوں کی نئی تاریخ رقم کی، اللہ تعالی نے آپ کی مدد کی، آپ کے مغرور اور طاقت ور دشمن کو معرکے کے میدان میں خوار اور بے بس کردیا، آپ کو فتح دلائی اور دشمن کو رسوا کن شکست دی۔

وہ دشمن جو تیرے خلاف مختلف ناموں اور نت نئے طریقوں سے فوجی آپریشنز کا اعلان کرتا اور تیرے خاتمے کی خوشخبری سناتا تھا، اب ان کے حوصلے اتنے پست ہوگئے ہیں کہ وہ آپ پر دباؤ ڈالنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے اور نہ ہی کسی نئے فوجی آپریشن کا اعلان کرسکتے ہیں بلکہ کمزور دفاعی حالت میں ہیں، مجاہدین ہر سال موسم بہار کی آمد پر اپنی کارروائیوں کو نیا نام دیتے ہیں، شکست خوردہ دشمن کے حوصلے اتنے پست ہوگئے ہیں کہ وہ ہر سال بہار کی آمد پر خود اعتراف کرتے ہیں کہ اس بہار میں طالبان کی جانب سے شدید حملوں کا خطرہ ہے۔

بلاشبہ، ہر نئے سال کے موسم بہار کے دوران طالبان کے حملوں میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے لیکن رواں سال کے موسم بہار کے حملوں اور کارروائیوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور اسلامی تاریخ کے کے عظیم فاتح اور سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کا مبارک نام دیا گیا جس کے بڑے اثرات اور برکات نمایاں ہیں، اس مبارک نام کے ساتھ بھرپور قوت سے شروع ہونے والے آپریشن نے ابتداء میں کامیابی کی خوشخبری سنادی، صرف 8 روز میں صلیبی دشمن کے تین فوجی طیارے مجاہدین نے

مار گرائے۔

22، اپریل کو صوبہ لوگر میں طالبان نے دشمن کا ایک ٹرانسپورٹ طیارہ زبردستی اتار لیا اور اس میں سوار عملہ گیارہ غیر ملکیوں سمیت یرغمال بنا کر نامعلوم مقام کی طرف منتقل کر دیا گیا اور طیارہ کو آگ لگا کر جلا دیا۔ اس واقعے کے پانچ دن بعد صوبہ زابل کے ضلع شاجوئی میں نیٹو کا طیارہ مجاہدین نے مار گرایا جس میں سوار 7 امریکی فوجی ہلاک ہوئے اور طیارہ مکمل طور پر تباہ ہوا۔ اور 29 اپریل کو طالبان نے پورے ملک میں دشمن پر 118 حملے کئے اور باگرام فوجی اڈے سے جو افغانستان میں امریکیوں کا سب سے بڑا فوجی اڈہ ہے پرواز کرنے والے طیارے کو نشانہ بنا کر فضا میں تباہ کر دیا جس میں سوار 8 امریکی فوجی ہلاک ہو گئے، جبکہ 26 اپریل کو موسلا دھار بارش، تیز ہواؤں اور ژالے نے قندھار میں نیٹو کے فوجی اڈے میں 50 طیاروں کو شدید نقصان پہنچایا جو اب پرواز کرنے کے قابل نہیں رہے۔

نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ میں دشمن نہ صرف جانی بلکہ بھاری مالی نقصان سے بھی دوچار ہو رہے ہیں جو درحقیقت دشمن کی شکست کا باعث بن رہے ہیں، صرف چند ہی روز میں دشمن کے تین طیاروں کو مار گرانا معمولی بات نہیں، جنگی وسائل کے لحاظ سے کمزور طالبان کے ہاتھوں مادی وسائل کی قوت سے بھرپور دشمن کے تین طیارے تباہ کرنا بڑی کامیابی ہے جو مغرور دشمن کے لئے بڑا دھچکہ اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے عظیم خوشخبری ہے، اس لئے انہوں نے اپنی امیدیں طالبان سے وابستہ کر رکھی ہیں۔

باعزم مجاہد! تو خود کو چھوٹا سمجھتا ہے اور یہی تجھے زیب دیتا ہے لیکن مسلمان ملت تجھے بڑا اور پوری اسلامی دنیا کا نجات دہندہ سمجھتی ہے، مسلمان جانتے ہیں کہ امت مسلمہ کے خلاف جنگ میں تم نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے بڑی قربانیاں دیں اور اسلامی دنیا کو استعمار کی وحشت اور قبضے سے محفوظ بنایا اس لئے امت مسلمہ آپ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کی اصل اولاد سمجھتی ہے، والدین آپ پر اعتماد کر کے دنیا کے کونے کونے سے اپنے بچوں کو تیری مدد و نصرت کے لئے بھیج رہے ہیں۔ مائیں شب و روز آپ کی کامیابی اور حفاظت کے لئے دعائیں کرتی ہیں، غصب شدہ فلسطین میں وحشی یہودیوں یا دنیا کے دیگر علاقوں میں ظالم حکمرانوں کے جیلوں میں قید بہنیں آپ کو محمد بن قاسم اور معتصم باللہ سمجھتی ہیں اور آپ سے امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں، بیت المقدس اور مسجد اقصی آپ کو ایوبی کی نظر سے دیکھتی ہیں، قرطبہ اور غرناطہ آپ سے طارق کی تاریخ دہرانے کی آس لگا بیٹھی ہیں، ظلم اور وحشت کی تاریکی ختم ہونے والی ہے، کفری دنیا آپ کی ہیبت سے لرزاں ہے، وہ تمہارا خاتمہ چاہتے ہیں اس لئے سب تیرے خلاف ایک ہو گئے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالی آپ کی نصرت کرتے ہیں اور دشمن کے تمام مکروہ عزائم اور منصوبے ناکام ہو رہے ہیں۔

یقیناً آپ سمجھتے ہیں کہ جب تک آپ اپنے اہداف سے وفادار اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے، مادیت پرستی کا شکار نہ ہوں، واحد قیادت کے زیر قیادت کام کریں، اختلافات کا شکار نہ بنیں اور دشمن کے منصوبوں اور سازشوں سے دور رہیں تو آپ کے خلاف دشمن کا ایک منصوبہ بھی کامیاب نہیں ہوگا، کامیابی ہمیشہ آپ ہی کے قدم چھومے گی۔ امید ہے کہ اسلامی دنیا کی حالت، وقت کا تقاضا اور امت کی امیدیں آپ فراموش نہیں کریں گے، آپ ہر قدم احتیاط سے اٹھائیں گے اور ہر فیصلے پر غور کریں گے، بڑی ذمہ داریاں آپ کے کندھوں پر عائد ہو چکی ہیں، امت کی ہمدردیاں اور دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، آپ کا مستقبل روشن اور بڑی کامیابیاں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی ہیں ۔ انشاء اللہ

جب عمر رضی اللہ عنہ ملک شام پہنچے تو راستے میں ایک نالہ آگیا، آپ اپنے اونٹ سے نیچے اترے اور اپنی جوتیاں اپنے ہاتھ میں پکڑیں اور اونٹ کو لے کر نالہ عبور کر لیا۔۔۔ جب حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو کہا آپ نے یہ کیا کیا۔۔۔ یعنی آپ امیر المومنین ہیں!! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پہ ہاتھ مارا اور کہا کہ اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو میں اسے سزا دیتا۔ اور فرمایا: تم لوگ ذلیل ترین لوگ تھے، سب سے کم تر لوگ تھے اور تعداد میں بہت کم تھے۔۔۔ پھر اللہ تعالی نے تمہیں اسلام کے ذریعے عزت بخشی۔۔۔ اگر تم کسی اور چیز کے ذریعے سے عزت حاصل کرنے کی کوشش کرو گے تو اللہ تمہیں ذلیل کر دے گا۔

(ابن المبارک: الزہد ص 208، وإسناده صحيح، الحاكم: المستدرك 3/82)

انٹرویو:
عمران خلیل

خالد بن ولید آپریشن کے متعلق

سیاسی مبصر اور تجزیہ نگار عبدالروف حکمت سے گفتگو

امارت اسلامیہ افغانستان کی رہبری شوری کی جانب سے نشر ہونے والے ایک رسمی اعلامیے میں خالد بن ولید کے نام سے نئے آپریشن کا اعلان کیا گیا۔ اعلامیہ میں کہا گیا کہ اللہ اکبر کے پر عظمت نعرے کے ذریعے پورے افغانستان میں 18/ جمادی الثانی 1434ھ ق بمطابق 28/اپریل 2013ء کو جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا جائے گا۔ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ اس آپریشن میں دشمن کے خلاف بہت سے پیچیدہ عسکری ٹیکنیکوں کا استعمال کیا جائے گا۔ خالد بن ولید کے نام سے شروع ہونے والا یہ آپریشن کس حد تک کامیاب ہوگا، اس کا دشمن پر کس حد تک اثر ہوگا۔ اس حوالے سے ہم نے افغان امور کے دانشور، سیاسی مبصر اور معروف قلم کار عبدالروف حکمت سے گفتگو کی۔ جو آپ کی نذر کی جاتی ہے۔

سوال: محترم حکمت صاحب جیسا کہ آپ جانتے ہیں امارت اسلامیہ کی رہبری شوری نے خالد بن ولید کے نام سے موسم بہار کے نئے آپریشن کا اعلان کیا ہے۔ آپ کے خیال میں یہ آپریشن کس حد تک کامیاب اور دشمن پر اثر انداز ہوگا؟

جواب: نحمده ونصلي على رسوله الكريم۔ سب سے پہلے الامارہ سائٹ اور شریعت کی انتظامیہ، کارکنوں اور تمام محبت کرنے والوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنگی آپریشن کی کامیابی اور اثراندازی کا تعلق بہت حد تک اس بات سے ہوتا ہے کہ آپریشن کا ہدف کیا ہے۔ اور اپنے متعین کردہ ہدف میں کہاں تک اسے کامیابی ملتی ہے۔ عمومی طور پر خارجی جارحیت پسندوں کے خلاف مزاحمتی جہادی آپریشن کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا ہدف اس کے اولین اور سامنے کے اہداف ہیں جب کہ دوسری قسم ثانوی اور آخری اہداف ہیں۔ خارجی جارحیت پسندوں کے خلاف گوریلا جہادی آپریشن کا اصلی اور آخری ہدف ملک سے خارجی قوتوں کا اخراج اور مسلط شدہ انتظامیہ کے تسلط کا قلع قمع کرنا ہے۔ مگر اس آخری ہدف تک پہنچنے کے لیے سب سے پہلے دشمن کی جنگی طاقت کو تباہ کرنا ضروری ہے۔ دشمن کو تھکا کر بدحال کر دیا جائے۔ ان کی قوت مقابلہ اور مورال کو ختم کر دیا جائے۔ ان کا نفوذ اور زمینی تسلط کنٹرول اور محدود کر دیا جائے۔ ان کی انسانی اور ٹیکنیکی صلاحیتیں ختم کر دی جائیں۔ یہ جارحیت کے خلاف مزاحمتی آپریشن کا پہلا اور سامنے کا ہدف سمجھا جاتا ہے۔

جس طرح امریکی جارحیت کے خلاف افغانوں کا رواں جہاد بھی جنگی کیٹگری کا حصہ ہے اس لیے اس جنگ کے اہداف کو دیکھتے ہوئے بھی ایسا سمجھا جاتا ہے کہ گذشتہ سالوں کی طرح ان شاء اللہ حالیہ آپریشن بھی انتہائی کامیابی سے چلے گا۔ خارجی جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کی صفوں کو بہت نقصان پہنچے گا۔ ان کے اختیار و اقتدار کا حلقہ اور بھی محدود ہوگا۔ اور قوی احتمال ہے کہ کچھ علاقوں میں مکمل طور پر دشمن کے تسلط کا خاتمہ ہو جائے۔

سوال: جارحیت پسند فوجی قوتوں اور کرزئی انتظامیہ کے سیکورٹی حکام نے خالد بن ولید کے نام سے شروع ہونے والے نئے آپریشن کے اعلان کو صرف ایک پروپیگنڈا قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ طالبان اس طرح کے اعلانات سے لوگوں کو خوف زدہ کرنا چاہتے ہیں، عملی طور پر مقابل جانب کی قوت پر کوئی خاص اثر نہیں ڈال سکتے۔

جواب: میرے خیال میں یہ ٹھیک نہ ہوگا کہ آنکھوں دیکھے مشاہدے کو پروپیگنڈا قرار دیا جائے۔ جو کچھ ہم نے گذشتہ چند سالوں میں دیکھا ہے وہ یہی ہے کہ ہر سال بہار کے موسم میں نئے جہادی آپریشن کا اعلان کیا جاتا ہے۔ امریکا اور اس کے اتحادی اسے صرف پروپیگنڈا قرار دیتے ہیں مگر عملی طور پر وہ پروپیگنڈا نہیں جہادی حملے ہوتے ہیں۔ ہر سال جس کی قوت اور شدت بڑھتی ہوئی ثابت ہوتی ہے۔ چند برس پہلے جب امریکا کی جارحانہ پالیسیوں کا زور نہیں ٹوٹا تھا اس نے بار بار مختلف اور عجیب ناموں سے جنگی آپریشن کا پروپیگنڈا کر کے اپنا رعب جمانے کی کوشش کی۔ اب یہ لوگ سمجھتے ہیں مجاہدین بھی صرف آپریشن کے اعلانات کرتے ہیں، عملی طور پر کچھ نہیں کرتے۔ حالانکہ مجاہدین ہر سال آپریشن کے اعلان کے بعد اپنی ترقی اور پیش رفت عملی طور پر ثابت کرتے ہیں۔

سوال: رہبری شوری کے اعلامیے میں لکھا گیا ہے کہ خالد بن ولید آپریشن میں دشمن کے خلاف انتہائی پیچیدہ اور موثر فوجی ٹیکنیک کا استعمال کیا جائے گا۔ کیا اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ مجاہدین عسکری حوالے سے ماضی کی بہ

نسبت زیادہ مضبوط ہوگئے ہیں؟ اور بڑے ہتھیاروں تک رسائی حاصل کرلی ہے؟۔

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ گیارہ سال سال سے جہاد میں مصروف مجاہدین ہر حوالے سے ماضی کی بنسبت مضبوط اور زیادہ مسلح ہیں۔ مجاہدین نے جارحیت کا مقابلہ کرنے کا دس سالہ تجربہ حاصل کرلیا ہے۔ جنگی تدبر اور استعداد بڑھ چکا ہے۔ دشمن پر وار کرنے اور دشمن کے خطرے سے خود کو بچانے کے نئے طریقے انہوں نے سیکھ لیے ہیں۔ دشمن کی کمزوریاں جان چکے ہیں۔ دشمن کی صفوں میں گھس گئے ہیں، اس طرح ان کی اطلاعاتی ضرورتیں پوری ہورہی ہیں۔ جو جنگ کا اہم عنصر سمجھی جاتی ہیں۔

اس کے علاوہ جنگی ٹیکنیک اور حربوں کے حوالے سے بھی مجاہدین بہت پیش رفت کرچکے ہیں۔ حالیہ چند سالوں میں مجاہدین نے بہت زیادہ مقدار میں اسلحہ دشمن سے غنیمت میں پکڑا ہے۔ اسی طرح ہتھیار ڈالنے والے داخلی فوجی بھی بہت زیادہ اسلحہ اپنے ساتھ لارہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حاصل ہونے والی نئی معلومات بتاتی ہیں کہ مجاہدین انتہائی جدید ہتھیاروں سے مسلح ہوچکے ہیں۔ ہوسکتا ہے خالد بن ولید آپریشن میں ان کا استعمال ہوجائے۔ یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ مجاہدین ہتھیاروں کے حوالے سے ماضی کی بنسبت زیادہ اچھی صورتحال میں ہیں۔

سوال: جارحیت پسندوں نے بار بار اعلان کیا ہے کہ 2014ء تک اکثر فوجی افغانستان سے نکل جائیں گے اور اختیارات کرزئی انتظامیہ کے حوالے کردیں گے۔ اس فیصلے کی بنیاد پر اتحادی فوجیوں نے ملک کے مختلف حصوں سے فوجی اپنے ٹھکانوں سے منتقل کرکے ان بڑے اڈوں میں پہنچادیے ہیں جو زیادہ محفوظ سمجھے جاتے ہیں۔ کیا اس طرح جارحیت پسند فوجیوں کے نقصانات کم نہیں ہوجائیں گے؟ اس نئے آپریشن میں کیا مجاہدین کے لیے ممکن ہوگا کہ دشمن کے محفوظ مراکز تک خود کو پہنچا کر انہیں نقصان پہنچائیں؟۔

جواب: آپ نے دو باتوں کی جانب سے اشارہ کیا، ایک جارحیت پسندوں کے جانی نقصانات کی کمی۔ دوسرا جارحیت پسندوں کے محفوظ ٹھکانوں تک مجاہدین کی رسائی۔

آئیں ان دونوں مسائل کا الگ الگ جائزہ لیتے ہیں۔ امریکی 2001ء کے اواخر میں افغانستان آئے تھے۔ 2009ء میں جنگی مجبوری کے باعث اپنے فوجیوں کی تعداد اور بڑھادی۔ ان کا خیال تھا کہ عراق کی طرح افغانستان میں بھی فوجیوں کی تعداد بڑھا کر مجاہدین کا خاتمہ کردیں گے۔ مجاہدین نے اس وقت بھی کہا تھا کہ فوجیوں کی تعداد بڑھانے سے جارحیت پسندوں کے نقصانات میں اور بھی اضافہ ہوگا۔ 2009ء سے 2011ء کے آخر تک امریکیوں نے اپنا سارا زور آزمالیا مگر کامیابی کا کوئی سرا ان کے ہاتھ نہیں آیا۔ اس لیے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ صاف شکست تسلیم کرنے کی بجائے جنگ افغان انتظامیہ کے سپرد کی جائے۔ اور خود میدان جنگ سے بھاگ جائیں۔ ان کا خیال تھا کہ افغان فوجی اگر مجاہدین سے شکست کھاجائیں تو یہ امریکی فوج کی شکست نہیں ہوگی۔ بلکہ امریکی ایک آبرومندانہ طریقے سے افغانستان سے نکل چکے ہوں گے۔

> مجاہدین نے نفوذی حملوں کے نام سے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ جس کے استعمال سے امریکی فوجیوں کے جنگی حوصلے انتہائی پست ہوئے ہیں۔ امریکی فوجیوں کی قیادت کو مکمل طور پر اس بات آمادہ کردیا کہ افغانستان سے نکلنے کے راستے تلاش کرے۔ مجاہدین نے شوراب جیسے بڑے اور ہدفی حملے کیے۔ جس سے داخلی فوجیوں کو سخت نقصان پہنچا۔ الفاروق آپریشن کے سلسلے میں ملک کے بہت سے ایسے حصے جہاں پہلے امریکی فوج قابض تھی آج آزاد ہوگئے ہیں۔ امریکی فوجی ان مقامات سے بھاگنے کی کوشش کررہے ہیں۔ یہ سب باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ آپریشن کامیاب رہا۔

امریکیوں نے اس سے قبل 1973 میں ویتنام میں بھی یہی طریقہ آزمایا تھا۔ امریکیوں نے ویت کنگ کے مقابلے میں شکست تسلیم کرنے کی بجائے جنگ کے آخری دو سالوں میں میدان جنگ جنوبی ویت نام کے مسلح جنگجوؤں کے حوالے کردیا۔ اور خود بڑے اڈوں تک محدود ہوگئے۔ بعدازاں وہاں سے بھی نکل گئے۔ مگر امریکی ابھی پوری طرح ویت نام سے نکلے نہیں تھے کہ جنوبی ویت نام کے جنگجو، ویت کنگ سے مکمل طور پر شکست کھاگئے۔ جنگ کے آخری سالوں میں مختصر سے عرصے کے لیے امریکیوں نے اپنے نقصانات کنٹرول کرلیے مگر یہ سٹریٹجی امریکیوں کے کسی درد کا مداوانہ کرسکی اور نہ اس طریقے سے امریکا کے ماتھے سے شکست کا داغ دھلا۔

اب افغانستان سے بھی امریکیوں نے بھاگنے کا پکا ارادہ کیا ہوا ہے۔ اس لیے بعینہ وہی ویتنامی طریقہ اپنارہے ہیں۔ امریکا افغانستان سے اپنے فوجی نکال رہا ہے اس لیے ان کے نقصانات میں کمی ضرور آئیگی۔ کچھ خام فکر لوگ امریکیوں کے نقصانات میں ہونے والی اس کمی کو امریکیوں کی فتح قرار دے رہے ہیں حالانکہ میدان جنگ سے بھاگنا شکست ہی شمار ہوتا ہے۔ فتح اور کامیابی تو یہ ہے کہ میدان جنگ میں رہتے ہوئے دیکھا جائے کہ کس کے نقصانات کم اور کس کے زیادہ ہیں۔ اور اگر کوئی میدان جنگ سے بھاگتا ہے اور پھر اپنی سلامتی کو کامیابی قرار دیتا ہے تو اسے کامیاب نہیں شکست خوردہ قرار دیا جاتا ہے۔ افغان مجاہدین کا ہدف تو غیر ملکی فوجیوں کو افغانستان سے نکالنا ہے۔ امریکیوں کا افغانستان سے نکلنا صرف مجاہدین کی کامیابی ہے۔

امریکیوں کا یہ خیالی پلاؤ بھی غلط ثابت ہوا کہ اس جنگ کو لمبے عرصے کے لیے

افغانوں کی جنگ بنادیا جائے۔ اور افغانستان کے مزدور فوجیوں کے ذریعے اپنے مقبوضہ علاقوں پر اپنا تسلط برقرار رکھیں۔ اس لیے کہ افغانستان کے جانشین جنگجو گروپ مجاہدین سے مل رہے ہیں۔ اکثر لوگ فوجی صفوں سے فرار ہورہے ہیں۔ کچھ مجاہدین کے حملوں میں ہلاک ہورہے ہیں یا علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہورہے ہیں۔ گذشتہ دو مہینوں میں اس طرح کے بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ امریکیوں کا یہ حالیہ انتقال اقتدار اور جنگی علاقوں سے خروج ان کے لیے کوئی کامیابی نہیں بلکہ فوجی نقطہ نظر سے یہ مطلق شکست ہے۔ امریکی چاہتے ہیں اس شکست کو چھپانے کے لیے مختلف طریقوں کا استعمال کریں۔

دوسری بات جو آپ نے کہی کہ کیا مجاہدین بڑے امریکی اڈوں تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ یہ ایک اہم سوال ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ امریکی افغانستان سے نہیں نکلیں گے بلکہ اپنے محفوظ اڈوں میں بند رہیں گے۔ میرے خیال میں یہ بالکل ممکن نہیں کہ امریکی خشکی کے ان جزیروں یعنی اپنے اڈوں میں بند ہوکر رہیں۔ دنیا میں اب تک کہیں بھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی ملک سارا کا سارا اس کے اصلی باشندوں کے قبضے میں ہو اور اس کے محدود سے علاقے میں جارح لشکر لمبے عرصے تک رہے۔

افغانستان مشرقی جرمنی نہیں کہ مغربی لوگ اپنے لیے اس میں سے برلن الگ کرکے ہوائی پل کے ذریعے اسے مغرب سے ملائیں۔ ایسی کوئی توجیہ نہیں کہ جس کی بنا پر اس بات کو تسلیم کیا جائے۔ اور اگر ہم بات کریں مجاہدین کی رسائی کی، تو وہ مجاہدین جو بار بار ارگ {افغان صدارتی محل} کے تیس میٹر تک پہنچ سکتے ہیں، جو شوراب اور بگرام کے قلب میں امریکی اڈوں اور امریکی تنصیبات پر حملے کرسکتے ہیں، وہ جو امریکی سفارت خانے اور نیٹو ہیڈ کوارٹرز کو آگ میں جھونک سکتے ہیں۔ شاید امریکیوں کے دیگر محفوظ اڈے اور دفاعی بیریئر بھی ان کا راستہ نہ روک سکیں۔

سوال: امارت اسلامیہ نے عوامی نقصانات کی روک تھام کے لیے پہلے بھی بہت مضبوط احکام صادر کیے ہیں۔ نئے آپریشن کے اعلان کے ساتھ ایک بار پھر مجاہدین سے عوامی نقصانات سے خود کو بچائے رکھنے کی سخت تاکید کی ہے، اس حوالے سے اور کیا ہونا چاہیے؟ اب تک اس حوالے سے کونسی تدابیر سامنے آئی ہیں؟

جواب: عوامی نقصانات جنگ کی ایک تلخ حقیقت سمجھی جاتی ہے۔ یہ انتہائی حساس موضوع ہے۔ اس کی روک تھام کے لیے مجاہدین کی طرح جارحیت پسند فوجیوں کو بھی جنگی قوانین کی رو سے توجہ دینی چاہیے۔ خوش قسمتی سے مجاہدین کی قیادت اس مسئلے پر گہری توجہ دی ہوئی ہے۔ گذشتہ چند سالوں سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ مجاہدین کی قیادت کی جانب سے بار بار مجاہدین کو ملکی لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کی جانب متوجہ کیا جاتا ہے۔ حتی کہ مجاہدین کو کہا جاتا ہے عوام کی زندگی کے تحفظ کو اولیت دی جائے۔ ایسی کارروائیوں سے بچنے کی کوشش کریں جہاں مجاہدین کی جانب سے ملکی لوگوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ یا جس سے دشمن کو عام لوگوں پر مظالم ڈھانے کا بہانہ میسر آئے۔

امارت اسلامیہ کی قیادت کی جانب سے ملکی نقصانات کی روک تھام کے لیے خصوصی کمیشن تشکیل دیا گیا ہے جو افغان عوام کے جان و مال کے تحفظ کے لیے کام کرتا ہے اور ملکی لوگوں کے ہونے والے نقصانات کا تجزیہ اور نگرانی کرتی ہے۔ مجاہدین کے یہی اقدامات ہیں جن کے باعث افغانستان کی حالیہ گیارہ سالہ جنگ معاصر جنگوں کی تاریخ میں وہ جنگ ہے جس میں عوامی نقصانات بہت کم ہوئے ہیں۔ اور جو ہوئے ہیں وہ بھی سب کے سب وہ ہیں جو امریکی طیاروں کی اندھی بمباریوں اور قتل عام میں شہید کیے گئے۔

مگر میرا خیال ہے کہ ملکی نقصانات کی روک تھام کے لیے ہونے والی حالیہ کوششیں کافی نہیں ہیں۔ مجاہدین کو اور بھی تحقیق اور تلاش سے کام لینا چاہیے تاکہ عوام جنگ کی اذیت سے محفوظ رہیں۔

سوال: بہت سے مبصرین کا خیال ہے کہ خالد بن ولید کے نام سے نئے آپریشن کے اعلان کا مطلب یہ ہے کہ طالبان صلح اور مذاکرات پر تیار نہیں ہیں بلکہ جنگ پر اصرار کررہے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: صلح کا اگر مطلب یہ ہو کہ امریکی جارحیت کو تسلیم کرلیا جائے، مجاہدین مسلح جہاد چھوڑدیں تو اس حوالے سے تو مجاہدین نے بارہا کہا ہے کہ ایسا کوئی بھی مطالبہ ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ بلکہ گذشتہ گیارہ سالوں سے قربانیاں اس لیے دے رہے ہیں کہ افغانستان پر ہونے والی جارحیت کا خاتمہ کردیں۔ کوئی ذی عقل اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ مجاہدین مذاکرات کے لیے تیار نہیں ہیں۔ انسان کو فطرتاً جنگ کی بنسبت امن زیادہ پسند ہوتا ہے۔ مگر وہ امن اور وہ صلح جو خود مختاری، اسلامی نظام، زمینی آزادی، اور قومی وقار کے ساتھ ملے۔ بات کی تہہ تک پہنچنا چاہیں تو ہم دیکھتے ہیں افغانستان کا امن اس وقت تباہ ہوا جب امریکا نے افغانستان پر حملہ کردیا۔ میرے خیال میں جس دن امریکی افغانستان سے نکلیں گے اس دن سے افغانستان میں امن کی راہ ہموار ہوگی۔

سوال: محترم حکمت صاحب اس سے قبل امارت اسلامیہ نے الفاروق کے نام سے آپریشن شروع کیا تھا جو ایک سال تک جاری رہا، آپ لمبے عرصے سے افغانستان کے حالات کا انتہائی قریب سے جائزہ لے رہے ہیں۔ آپ کیا کہیں گے، الفاروق آپریشن میں مجاہدین کو کونسی کامیابیاں حاصل ہوئیں، اور اس کا دشمن پر کیا اثر پڑا؟

جواب: 1391ھ ش سال میں مجاہدین کا جہادی آپریشن الفاروق آپریشن ماضی میں ہونے والے دوسرے آپریشنز کی طرح طاقتور اور کامیاب آپریشن تھا۔ اسے ہم مجاہدین کی بڑی کامیابی کہہ سکتے ہیں۔ اس کارروائی کے نتیجے میں مجاہدین نے مغربی جارحیت پسندوں کے 40ہزار فوجیوں کو بھاگنے پر مجبور کردیا

۔برطانیہ، فرانس، بلغاریہ اور نیوزی لینڈ جیسے ممالک اپنا حوصلہ ہار بیٹھے اور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کی۔

مجاہدین نے نفوذی حملوں کے نام سے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ جس کے استعمال سے امریکی فوجیوں کے جنگی حوصلے انتہائی پست ہوئے ہیں۔امریکی فوجیوں کی قیادت کو مکمل طور پر اس بات آمادہ کر دیا کہ افغانستان سے نکلنے کے راستے تلاش کرے۔ مجاہدین نے شوراب جیسے بڑے اور ہدفی حملے کیے۔ جس سے داخلی فوجیوں کو سخت نقصان پہنچا۔ الفاروق آپریشن کے سلسلے میں ملک کے بہت سے ایسے حصے جہاں پہلے امریکی فوج قابض تھی آج آزاد ہو گئے ہیں۔ امریکی فوجی ان مقامات سے بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ سب باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ آپریشن کامیاب رہا۔

آخری سوال: خالد بن ولید کے نام سے آپریشن کے اعلان سے چند دن قبل دشمن کے بعض جاسوس حلقوں نے کوشش کی، بعض ذرائع ابلاغ کے ذریعے ایک بے بنیاد تحریر نشر کی گئی اور خیبر کے نام سے نئے آپریشن کا اعلان کر دیا۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان کی جانب سے اس کی تردید بھی کی گئی۔اس تزویراتی کوششوں کے ذریعے دشمن کیا ہدف حاصل کرنا چاہتا ہے؟

جواب: ایک محاورہ ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، آپ اپنے دشمن کی کمزوری اس کے افعال سے معلوم کر سکتے ہیں۔پہلے جب موسم گرم ہونے لگتا اور موسم بہار میں نئی کارروائیوں کا آغاز ہوتا تو امریکی جنرلز اور ان کے اتحادی جنگی تیاریاں کرنے میں مصروف ہو جاتے۔ وہ مجاہدین کی کارروائیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نئی صف بندی کرتے اور مقابلے کے لیے تیار ہو جاتے۔ مگر امسال میدان جنگ میں ان کی عملی سرگرمی اور مورال انتہائی کمزور رہا۔ اس لیے اس سال ان کا سارا زور صرف اور صرف پروپیگنڈے پر ہے۔ مجاہدین کے نام سے آپریشن کے ایسے اعلامیے نشر کرنا اور عام لوگوں کے ذہنوں کو تشویش میں ڈالنے کی کوشش امریکیوں کی بے بسی کی واضح دلیل ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے مجاہدین کے موسم بہار کے آپریشن کے مقابلے میں کتنا کمزور رد عمل اور موقف اپنایا ہے۔

❀ ❀ ❀

بقیہ از سوانح مولوی عبدالحنان شہید

صبح و شام کے اذکار ماثورہ مولوی صاحب کے روزانہ کا معمول تھا۔اپنے ساتھیوں کو بھی یہ اذکار اور دعائیں یاد کرواتے اور انہیں شوق دلاتے۔ مولوی صاحب کی زندگی ہر وقت ایک بامقصد زندگی ہوتی تھی۔ فضول وقت گذاری اور بے فائدہ گپ شپ ان کی عادت نہ تھی۔ ہمیشہ وقت سے فائدہ اٹھاتے۔ اکثر اوقات اپنے مجاہد ساتھیوں کو جہادی ترغیب اور فکری تربیت کے متعلق وعظ کرتے۔

ملا شرف الدین تقی کہتے ہیں مولوی صاحب عام لوگوں سے انتہائی نرمی اور برداشت کا رویہ رکھتے۔اسی لیے تو انہیں اپنے علاقے میں بے پناہ عوامی محبت حاصل تھی۔ وہ نہ صرف مجاہدین کی عسکری تربیت کرتے بلکہ فکری طور پر بھی ان کی ایسی تربیت کرتے کہ وہ شکست، ضعف اور تھکاوٹ کو ہمیشہ کے لیے بھول کر جہاد کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لیتے۔

حافظ محمد کہتے ہیں مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جہاد میں کامیابی کا واحد عامل مجاہدین کی عاجزی، اللہ تعالی سے الحاح وزاری اور الٰہی نصرت ہے۔ جبکہ ناکامی، شکست اور نقصانات کا سبب فخر، اور اپنی کامیابیوں پر غرور ہے۔ جو اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ مجاہدین کو اس بات پر متوجہ کرتے کہ اپنے کامیابیوں پر فخر نہ کریں اور نہ ہی تکبر کو اپنائیں اس لیے کہ یہ چیزیں جہاد میں ناکامی کا سبب بنتی ہیں۔

مولوی عبدالحنان جہادوال صاحب کی زندگی کے اور بھی قابل ذکر پہلو ہیں۔ یہاں تمام افکار کا ذکر شاید تحریر کی طوالت کا باعث بنے اس لیے اس دعا سے تحریر کا دامن سمیٹ لیتے ہیں کہ اللہ تعالی ان کی برکات اور استعداد موجودہ مجاہدین کو عطا فرمائے تاکہ ان کی طرح باستقامت اور بہادر مجاہدین پیدا ہوں۔

آمین یارب العالمین

بقیہ از: افغانستان، ایک اور سپر پاور کا قبرستان

افغان مسلمانوں کے ہاتھوں وقت کی سپر پاور برطانیہ کی بربادی کے ڈیڑھ سو سال بعد یہی افغانستان ایک اور سپر پاور جسے دنیا سوویت یونین کے نام سے جانتی تھی کا قبرستان بنا چنانچہ 14 فروری 1989ء کو 10 سال سے زائد عرصہ تک غیور افغان قوم کے ہاتھوں برطانیہ سے بھی بڑھ کر ذلتیں اور رسوائیاں سمیٹنے کے بعد سوویت جارح فوجوں کا آخری دستہ بھی سوویت یونین کی بدبودار لاش اپنے کندھوں پر اٹھا کر رخصت ہو گیا اور اس وقت کے روس کا صدر گورباچوف نے اس جنگ کو رستے ہوئے ناسور (Bleeding Wound) کا نام دیا تھا، سوویت یونین کی افغان مجاہدین کے ہاتھوں بربادی کے صرف 13 سال بعد ایک اور سپر پاور کو افغانستان میں مہم جوئی کا شوق ہوا چنانچہ 7 اکتوبر 2001ء کو "سپر پاور" امریکہ اپنے اتحادیوں سمیت افغانستان پر چڑھ دوڑا، افغانستان پر حملے سے پہلے برطانیہ اور روس کی طرح امریکہ نے بھی بڑے دعوے کیے تھے، اس نے کہا تھا کہ میں چند دنوں کے اندر طالبان کو کچل کر رکھ دوں گا، انہیں قصہ ماضی بنا دوں گا وغیرہ وغیرہ ۔لیکن 11 سال کے بعد آج کا منظر نامہ پوری دنیا کے سامنے ہے۔ بلند بانگ دعوے کرنے والا امریکہ آج فرار کے راستے تلاش کر رہا ہے آج پھر افغانستان ایک اور سپر پاور کے لئے جہنم بنا ہوا ہے، ماضی کی دو سپر پاوروں کے بعد آج کا نام نہاد سپر پاور امریکہ بھی آج افغان مجاہدین کے ہاتھوں تباہی کے دھانے پر پہنچ چکا ہے۔ انشاء اللہ امریکہ کا انجام برطانیہ اور روس سے بھی بھیانک ہو گا۔

2014 کے بعد مغرب کا ممکنہ حملہ!!؟

اسلام اور کفر کے درمیان بپا فکر و نظر کے معرکے کی داستان

اکرم تاشفین

انسان کی دو صلاحیتیں:

انسان کو خالق فطرت نے دو قوتیں عطا کی ہیں۔ ایک ذہنی قوت اور دوسری جسمانی۔ ان دونوں قوتوں کا استعمال انسان کرتا ہے اور ہر وقت چاہتا ہے مخالف کو مسخر کر کے رکھ دے۔ مخالف کی تسخیر بھی ان دو قوتوں کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ مخالف کے جسم اور اس کے ذہن پر اپنا تسلط قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لیے ہم اور آپ دیکھتے ہیں دنیا کی تاریخ میں مروجہ ابلاغیات سے قبل بھی جنگ سے زیادہ اس کا پروپیگنڈہ کیا جاتا تھا۔ اس مقصد کے لیے باقاعدہ شاعر اور قصیدہ گو رکھے جاتے تھے جو اپنی قوم کی بہادری اور طاقت کے قصے اور قصیدے سنا سنا کر لوگوں کے ذہنوں پر اپنی طاقت کا طلسم قائم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ دو حریف قوموں میں میدان جنگ سے زیادہ قصیدہ گوئی اور شاعری کا مقابلہ ہوتا تھا۔ میدان جنگ میں بھی رجز خوانیوں سے اپنے لشکر کی ہمت بڑھائی جاتی اور مخالف کو مرعوب کیا جاتا تھا۔ گویا جسمانی اور ذہنی مقابلے دونوں ایک ساتھ جاری رہتے۔

ذہنی طاقت کی جنگ ہر دور میں رہی مگر گیارہوں صدی عیسوی کے آواخر میں شروع ہونے والی صلیبی جنگوں کے اختتام پر اس نے ایک باقاعدہ جنگ کی حیثیت اختیار کرلی۔ جسے فکری اور نظریاتی جنگ کا نام دیا گیا۔ فکری جنگ کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندیاں کی جانے لگیں اور اس کے باقاعدہ میدان وضع کیے گئے۔ مختلف تیکنیک اور حربے ایجاد ہوگئے جس سے اس کی گہرائی اور گیرائی میں اضافہ ہوتا گیا حتی کہ آج اس جنگ نے دنیا بھر کو لپیٹ میں لے لیا۔

حق وباطل کی کشمکش کا آغاز اور عیسائیت سے معرکہ آرائی:

جبل بوقبیس سے اٹھنے والی صدائے "قولو لا الہ الا اللہ تفلحون" اور اس کے جواب میں اٹھنے والی بولہبی پتھر دراصل مستقبل میں حق وباطل کے درمیان برپا ہونے والی معرکہ آرائیوں کا طبل جنگ تھا۔ اس واقعے سے امت مسلمہ کو یہ پیغام دیا جانا بھی مقصود تھا کہ اس امت کا کام صرف فلاح {تفلحون} کی طرف بلانا نہیں بلکہ مخاطب کے نفرت انگیز اور درشت سلوک سہہ کر اس کا مقابلہ بھی کرنا ہے۔ "طبل جنگ" پر چوٹ پڑنے کے بعد مقابلے کا پہلا دور اگرچہ مشرکین کے ساتھ چلا تھا مگر بہت جلد یہ بے بنیاد عمارت دھڑام سے گر گئی اور اس کی جگہ عیسائیت نے لے لی۔ عیسائیت کے پاس دین الٰہی ہونے کا اعزاز جس صورت میں بھی تھا بہر حال تھا ضرور اور پھر دنیا میں سپر پاور کی حیثیت رکھنے والے قیصر روم کی سلطنت بھی مذہب کے لحاظ سے عیسائی تھی۔ اس لیے یہ مذہب مادی لحاظ سے بھی طاقتور تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد مبارک تک جب بیت المقدس فتح ہو رہا تھا اس وقت تک عیسائی مسلسل شکست پر شکست کھائے جا رہے تھے۔ فتوحات کا سلسلہ جاری تھا اور روز بروز پھیلتا جا رہا تھا۔ مسلمانوں کے حملوں سے مسلسل شکست پر شکست کھانے والے عیسائیوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ بازنطینی عیسائیوں کی رومن ایمپائر خلیفہ ثانی کے عہد ہی سے پورے ایشیا اور افریقہ سے نکال باہر کیا گیا تھا۔ ایشیائے کوچک کا ایک ایشیائی علاقہ ایسا تھا جہاں اب تک عیسائیت زندہ تھی۔ مسلم فاتحین انہیں مسلسل یورپ کی جانب سرکا رہے تھے۔ پانچویں صدی ہجری کے وسط تک سلجوقی ترکوں نے ایشیائے کوچک کا ایک بڑا علاقہ بھی خالی کروا دیا تھا۔ 1071ء کے "جنگ ملاذکرد" میں الپ ارسلان کے ہاتھوں تاریخی شکست کے بعد اہل کلیسا کو خوف ہوا کہ انہیں ایشیاء سے ہمیشہ کے لیے بے دخل کر دیا جائے گا۔ میکائیل ہفتم رومن ایمپرر وہ پہلا شخص تھا جسے سب سے پہلے یہ خوف دامن گیر ہوگیا۔

صلیبی عیسائیوں سے باقاعدہ پنجہ آزمائی:

آرتھوڈکس مذہب سے تعلق رکھنے والے "میکائیل ہفتم" نے کیتھولک پوپ "گریگوری ہفتم" کو مدد کے لیے پیغام بھیجا۔ جسے کیتھولک پوپ نے مسلکی اختلاف کی بنیاد پر نظر انداز کر دیا۔ چند ہی سالوں بعد دوسری دہائی میں رومن ایمپرر الیکسی اس اول Alexius I نے گریگوری کے جانشین پوپ اربن دوئم سے مدد کے لیے درخواست کی۔ جس نے مذہبی اختلافات کو نظر انداز کر کے مدد کی حامی بھر لی۔ اس وقت تک یورپ کے وحشی قبائل عیسائیت قبول کر چکے تھے۔ ان کی وحشت کو یورپ سے باہر دھکیلنے کے لیے راستہ بنانا بھی اس وقت انتہائی ضروری ہوگیا تھا۔ 1095ء میں پوپ اربن دوئم نے صلیبی دنیا میں "مقدس جنگ" کا اعلان کر دیا۔ فرانس میں "کلیر من" کی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اربن دوم کا لہجہ انتہائی اشتعال انگیز تھا اس نے مذہبی اشتعال انگیزی کے ساتھ ساتھ لوگوں کو معاشی طور پر برانگیختہ کیا۔ اس کی تقریر کا مشہور اقتباس ہے: "فرانس انسانی آبادی سے تنگ پڑ گیا ہے اور ارض کنعان میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں"۔

اس نے اعلان کیا صلیبی جتھے اگلے سال، 1096ء میں قسطنطنیہ میں جمع ہوں گے۔ جہاں سے انہوں نے مسلم دنیا پر حملہ کر دیا۔ ملکشاہ اول کی وفات کے بعد سلجوقی بھی اختلاف کا

شکار ہو گئے تھے ان میں طوائف الملوکی بڑھ گئی تھی۔ اس لیے ضور لیم Dorylaeum اور انطاکیہ میں سلجوقیوں کو پسپا ہونا پڑا۔ سلجوقیوں کی شکست کے بعد تو کسی کو بھی توفیق نہ ہوئی کہ عیسائیوں کا مقابلہ کرتے۔ اس لیے کچھ دیر محاصرہ رکھنے کے بعد، شوال 496 ہجری 1099 عیسوی، صلیبی بیت المقدس پر قابض ہو گئے۔ شہر میں تاریخ کا بدترین قتل عام کیا گیا، ساٹھ سے اسی ہزار انسان تہ تیغ ہوئے۔

یہ پہلی صلیبی جنگ تھی جو مذاہب کے عنوان کے تحت شروع کی گئی تھی۔ جس میں بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔ ایک اور صلیبی مہم 1101ء میں یورپ سے نکلی مگر تاریخ اسے پہلی صلیبی جنگ کا حصہ ہی سمجھتی ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور صلیبی جنگ کا تذکرہ ذرا تفصیل سے کریں گے جو صلاح الدین ایوبی کے دور میں ہوئی تھی اور جس میں بیت المقدس کو واپس نصرانیوں کے ہاتھوں سے آزاد کرایا گیا تھا۔

دوسری صلیبی جنگ کے عنوان سے معروف یہ جنگ 1147 سے 1149 کے عرصے پر مشتمل رہی۔ یہ انتہائی اہم معرکہ تھا ایک اس لیے کہ اس کے اختتام تک مسلمانوں کا قبلہ اول عیسائیوں کے پنجوں سے آزاد ہو کر مسلمانوں کے ہاتھوں میں آچکا تھا دوسرا اس لیے کہ اس جنگ پر صلیبی بادشاہوں نے خاص توجہ دے رکھی تھی۔ یہ پہلی صلیبی مہم تھی جس میں یورپ کے دو بادشاہ بنفس نفیس شریک ہوئے تھے فرانس کا بادشاہ لوئیس ہفتم اور جرمنی کا بادشاہ کونراڈ سوئم۔ امیر عماد الدین زنگی نے موصل اور حلب کو یکجا کرنے کے بعد اپنے جہادی مشن میں کامیاب پیش قدمی کرتے ہوئے اڑیسا کی صلیبی ریاست کا خاتمہ کر دیا تھا جو قدیم سے چلنے والی مسلم سرزمین میں قائم کی گئی تھی۔ عماد الدین زنگی نے اسے فتح کر کے اس کا اسلامی نام " رہا" رکھا تھا۔ رہا کی فتح سے کلیساؤں میں خطرے کا الارام بجنا شروع ہوا۔ اس کے اگلے سال یعنی 1145 میں پوپ کی تحریک پر لاتعداد چھوٹے بڑے صلیبی سردار اور دو بادشاہ ہر طرح کے اسلحوں سے لیس ٹڈی دل لشکر لے کر عالم اسلام پر حملہ آور ہوئے۔ ان لشکروں نے شام کا قصہ پاک کرنے کی ٹھان لی۔

فرانس کا بادشاہ لوئیس ہفتم اور جرمنی کا بادشاہ کونراڈ سوئم یہ دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ بازنطینیہ سے گزر کر اناطولیہ پہنچے تو سلجوقیوں سے مڈ بھیڑ ہو گئی۔ دو الگ الگ معرکوں میں دونوں باشاہوں کو شکست ہو گئی۔ یہاں سے فرار کی راہ لے کر یہ صلیبی لشکر دمشق پہنچا۔ دمشق کی مسلم امارت کا حکمران اس وقت معین الدین انر تھا۔ دمشق کا محاصرہ متعصب عیسائی جنگجوؤں کی ایک بڑی غلطی تھی جس سے عالم اسلام کی خوش بختی نے جنم لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ دمشق کی مسلم امارت ایک عرصے سے حلب کی مسلم امارت اور وہاں کے حکمران زنگیوں کی حریف اور عیسائیوں کی حلیف رہی تھی۔ اندھے متعصب عیسائیوں کی جانب سے دمشق کے محاصرے نے مسلمانوں کے درمیان قربتیں بڑھا دیں۔ اختلافات ختم ہونے اور محبتوں میں اضافہ ہونے کی بڑی وجہ عماد الدین زنگی کے ہونہار فرزند ارجمند نور الدین محمود کا وجود مسعود بھی تھا۔ جو اپنے والد کے بعد امارت حلب کا خلیفہ بنا تھا۔ جس کا تقویٰ، شوق جہاد اور دین دوستی کا چرچا عمر بن العزیز کے بعد سب سے زیادہ ضرب المثل رہا نور الدین زنگی کی لشکر کے مجاہدین دمشق میں صلیبیوں کے محاصرے میں گھرے ہوئے معین الدین انر کی مدد کو بروقت پہنچے۔ شام کے مضافات اور اطراف میں صلیبی ریاستوں کی بے تحاشا قوت جمع تھی، دوسری طرف ضمیر فروشوں اور غداروں کے ہم رنگ زمین جال پھیلائے گئے تھے۔ اس کے باوجود نور الدین زنگی سارے رکاوٹوں کو پھلانگتا ہوا دمشق پہنچا۔ صلیبیوں کو یہاں بھی عبرتناک شکست ہوئی جس کے بعد صلیبیوں کا زور ٹوٹ گیا۔ بے انتہا تیاریوں کے بعد اپنی طاقت کا یوں حشر دیکھ کر صلیبیوں کو پھر بڑے عرصے تک حملہ کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ اب نور الدین زنگی کے لیے میدان صاف تھا۔ صلیبیوں کی شکست کے بعد دمشق بھی نور الدین زنگی کے زیر نگین آگیا۔ نور الدین زنگی رحمہ اللہ کی ترک تازیاں اور بڑھ گئیں۔ اگلے چند سالوں میں پورا شام ان کے قیادت میں جمع ہو چکا تھا۔

شام کو اپنے زیر قیادت جمع کرنے کے بعد نور الدین زنگی مصر کی جانب متوجہ ہوا۔ مصر میں اس وقت مصری فاطمیوں کی حکومت تھی۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی نصرت کچھ ایسے نازل ہوئی کہ مصر خود بخود گویا طشتری میں سجا کر انہیں پیش کیا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ مصر کی فاطمی خلافت اس وقت اندرونی طور پر خلفشار اور طوائف الملوکی کا شکار تھی۔ ان کا دفاعی نظام ٹوٹ چکا تھا۔ ادھر شکست خوردہ عیسائی اپنا غصہ اور جنگی جنون ٹھنڈا کرنے کے لیے مصر کا رخ کرنے لگے تھے۔ فاطمی خلیفہ نے نور الدین زنگی سے مدد مانگی۔ انہوں نے اپنے ایک کمانڈر اسد الدین شیر کوہ کو مصر کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ جس کے ساتھ اس کا بھتیجا صلاح الدین یوسف بھی تھا۔

صلاح الدین ایوبی :

یہ وہی صلاح الدین ایوبی ہے جس نے بعد میں رہتی دنیا تک کی تاریخ میں ہمت، غیرت اور اسلامی شجاعت کا پورا ایک باب اپنے نام کر ادیا۔ فاطمی خلیفہ اندرونی طور پر سازشوں کا شکار تھا۔ اس کا وزیر اعظم اندرونی طور پر عیسائیوں سے ملا ہوا تھا ۔ اسد الدین شیر کوہ نے ان سازشوں کا صفایا کیا۔ عیسائیوں کو اسد الدین شیر کوہ کا علم ہوا تو انہوں نے مصر پر حملے کا ارادہ ہی ترک کر دیا۔ اب مصری خلافت بھی اسد الدین شیر کوہ کو مل گئی۔ مگر افسوس ان کی زندگی نے وفا نہ کی اس لیے ان کی جگہ ان کے بھتیجے صلاح الدین یوسف کو مصر کا خلیفہ بنا لیا گیا۔ صلاح الدین ایوبی نے عالم اسلام کو متحد کرنے کے لیے مختلف اقدامات اٹھائے۔ اس وقت عباسی خلافت اگرچہ کمزور تھی مگر عالم اسلام کی سب سے بڑی خلافت ہونے کی وجہ سے اسے پھر بھی احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ صلاح الدین ایوبی نے مصر میں اپنے نام کا خطبہ جاری کرنے کی بجائے وہاں عباسی خلیفہ کا خطبہ جاری کروایا۔ مصر سے مجاہدین اسلام کا عظیم الشان لشکر تشکیل دے دیا گیا۔ مصر ہی نہیں بہت سے مضافاتی علاقے بھی خود بخود ان کی قیادت میں جمع ہو رہے تھے۔ دوسری طرف

عیسائیوں میں اب لڑنے کا دم خم نہیں رہا تھا۔ ادھر نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی جیسے بہادر، دیندار، تقویٰ دار، مجاہد صفت اور دوراندیش حکمران عالم اسلام کے قائد بن چکے تھے۔ عالم اسلام کے عظیم طاقتوں کا اتحاد ہو چکا تھا اور میدان میں دشمن کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ اب بہت اچھا موقع تھا کہ صلیبیوں کے آگے نکلے پر پرزے کاٹ کر اسے واپس اپنے پرانے علاقوں کی جانب دھکیل دیا جائے۔ یہی حالات اور اسباب تھے جس نے آگے جا کر حطین کے تاریخی معرکے کی شکل اختیار کرلی۔ حطین کی جنگ 578ھ بمطابق 1187ء میں ہوئی جس میں عیسائیوں کو عبرتناک شکست ہوئی اور مسلمانوں کا قبلہ اول واپس مسلمانوں کو مل گیا۔

تاریخ میں صلیبی جنگوں کے عنوان سے مذکور جنگی مہموں میں نتائج کے اعتبار سے یہی دو جنگیں اہم رہی ہیں۔ پہلی جنگ میں بیت المقدس 1099ء میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل عیسائیوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ اور دوسری صلیبی جنگ میں 88 سال بعد 1187ء میں صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں فتح ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ واپس آگیا۔ اس کے علاوہ 5 اور صلیبی مہمیں نکلی ہیں جن میں صلیبیوں کو کوئی خاص کامیابی نہیں ملی۔ تیسری صلیبی مہم 1189ء تا 1192ء، چوتھی صلیبی مہم 1202ء تا 1202ء، پانچویں صلیبی مہم 1217ء تا 1221ء، چھٹی صلیبی مہم 1228ء تا 1229ء، جبکہ ساتویں صلیبی مہم 1245ء تا 1272ء جاری رہی۔ ہر بار سالہا سال کی تیاریوں کا نتیجہ ناکامیوں کی صورت میں ملا۔ صلیبی لشکر ہر بار سمندر کی موجوں کا شکار ہوا، طوفانی ہواؤں نے ان کا لشکر بکھیر کر رکھ دیا۔ کہیں آپس میں لڑ کر مرے۔ کہیں اپنے عیسائیوں پر یلغار کر بیٹھے۔ آپس میں مار مر کے صلیبیوں کی قوت ختم ہو گئی۔ صلیبی مہموں کے اسباب و وجوہات پر نظر ڈالی جائے تو اس کا باعث صرف مذہبی یا ملی ہی نہیں بلکہ اس کا باعث پوپ اور صلیبی بادشاہوں کا ذاتی مفاد بھی تھا۔

صلیبی جنگ کے اسباب و وجوہات:

مذہبی منافرت:

مذہبی منافرت کا جذبہ تو عیسائیوں میں شروع سے موجود تھا۔ اسلام کی بنیاد پڑتے ہی پوپ کو اپنا اقتدار اور جلال خطرے میں پڑتا ہو محسوس ہوا۔ اس لیے پادریوں کے دل میں شروع سے اسلام کے خلاف نفرت انگیز جذبات موجود تھے۔ پھر اسلام کی روز پھیلتی ہوئی روشنی عیسائیت کو محدود سے محدود تر کر رہی تھی۔ بادشاہوں اور پادریوں کا اقتدار لڑکھڑانے لگا تھا۔ اس لیے انہوں نے سوچا کہ عیسائی عوام کو مسلمانوں سے لڑا دیا جائے۔ تاکہ اسلام کے پھیلاو روکا جاسکے۔

مالی مفادات کا حصول:

ان صلیبی مہموں کا ایک سبب مالی مفادات بھی تھے۔ عالم اسلام میں اس وقت طاقتور ترین خلافتیں موجود تھیں۔ عباسی خلافت دنیا کی سب سے بڑی حکومت تھی جس کی سرحدیں کئی کئی ممالک پر محیط تھیں۔ یہاں مال و دولت کی فراوانی تھی۔ یہاں کی زندگی سہولیات اور وسائل سے آراستہ تھی۔ علاج معالجہ، نقل و حمل، تعلیم، صنعت و حرفت ہر لحاظ سے مسلم ریاستیں ترقی یافتہ تھیں۔ یہاں کے عوام و رعایا خوشحال تھے۔ اناج اور فصلیں وافر مقدار میں موجود تھیں۔ جبکہ دوسری طرف یورپ کو غربت اور افلاس نے گھیر رکھا تھا۔ مسلمان تاجروں کے قافلے دور دراز ملکوں تک مسلم مصنوعات پہنچا رہے تھے۔ دنیا پر اسلامی ریاستوں کا سطوت اور دبدبہ قائم تھا۔ پوپ اور بادشاہ اسلامی ممالک کی اس مالی ترقی پر حسد کی آگ میں جلتے تھے۔ انہیں مسلمانوں کی خوشحالی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ اس لیے انہوں نے عیسائی عوام کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کی مالی خوشحالی کے خلاف حاسدانہ جذبات عیسائیوں کے دلوں میں اتارنے کی کوشش کی۔ پوپ کے اربن کے الفاظ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں "فرانس انسانی آبادی سے تنگ پڑ گیا ہے اور ارض کنعان میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں"۔ یہ الفاظ بہت واضح طور پر پادریوں کے اندر کے نفرت کی غماضی کرتے ہیں۔

جنگ پادریوں اور بادشاہوں کی ذاتی ترجیح:

تیسری وجہ پادریوں کی ذاتی ترجیحات تھیں جس کے باعث یہ جنگیں ہوئیں اور عیسائی عوام کو مسلمانوں سے لڑایا گیا۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ عیسائی ممالک اس وقت تمدنی لحاظ سے پستی کے پاتال میں گرے ہوئے تھے۔ تہذیب، شائستگی، اخلاق اور علمی ترقی کا نام و نشان تک ان میں ناپید تھا۔ دوسری طرف مسلم دنیا میں بڑے بڑے علمی مراکز قائم تھے۔ بغداد، بصرہ اور کوفہ کی لائبریریاں پوری دنیا میں شہرت رکھتی تھیں۔ مسلمان محقق، علماء، دانشور، فلاسفہ، سائنسدان، ریاضی دان، شعراء اور اہل فن اور صاحب صنعت و حرفت حضرات کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ مسلمان مترجمین نے مسلمانوں کے علمی شاہکاروں کا یورپین زبانوں میں ترجمہ کیا جس کے باعث اہل یورپ کو بھی مسلمان محققین کی دانش اور علم کا اندازہ ہو گیا۔ مسلمانوں اس تمدنی ترقی کو دیکھ کر یورپ کی آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ اور یہ ظاہر ہے یورپ کی پسماندگی کے ذمہ دار پادری اور بادشاہ تھے۔ اس لیے پوپ اور بادشاہ چاہتے تھے کہ عیسائیوں کے دلوں میں مسلمانوں سے مرعوب ہونے اور متاثر ہونے کا تاثر ختم کر کے نفرت اور جنگ کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اس لیے پوپ اور اس کے چھوٹے پادری بادشاہوں کے ساتھ مل کر عوام کو مسلمانوں کو لڑاتے رہے۔

صلیبی جنگ کی منتقلی، میدان جنگ سے فکر و نظر تک:

اسباب و عوامل کے بعد پھر سے آتے ہیں اپنے اصل موضوع کی طرف۔ میدان جنگ میں ناکامی کے بعد عیسائیوں کو اندازہ ہو گیا کہ کمزور سے کمزور مسلمان کو میدان جنگ میں شکست دینا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ اس لیے اب انہوں نے پینترا بدلا۔ شیطان عالم اسلام پر ایک نئے انداز سے حملہ آور ہوا۔ جسمانی طاقت کے استعمال کے بعد یورپ نے ذہنی طاقت کے استعمال کا راستہ اپنایا اور لوگوں کے ذہنوں پر تسلط جمانے کی کوشش کی۔ ذہن کو مسخر کرنے کے لیے پروپیگنڈے کا سہارا پہلے بھی لیا جاتا تھا، بلکہ تخلیق آدم کے ساتھ ہی اس کی ذہنی تسخیر کا منصوبہ شیطان تشکیل دے چکا تھا۔ راندہ درگاہ ہونے کے بعد اس نے مخلوق کو گمراہ کرنے کا جو طریقہ اپنایا وہ بھی یہی ذہنی تسخیر کا تھا۔ اس نے کہا "لاغوین" میں ضرور بہ ضرور گمراہ کروں گا۔ ظاہر ہے شیطان کی گمراہی ذہنی طور پر ہوتی ہے۔ مگر اس

وقت تک اس جنگ کو باقاعدہ نام یا عنوان نہیں دیا گیا تھا۔ صلیبی مہموں کی ناکامی کے بعد عیسائیوں نے مسلمانوں کے باقاعدہ جنگ شروع کر دی جسے فکری جنگ کا نام دیا گیا۔ جسے عربی میں الغزو الفکری کہا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے خلاف فکری جنگ کی تعریف:

وہ غیر عسکری طریقۂ کار جس کو اعداء اسلام خاص طور پر یہود و نصاریٰ اسلام کے خلاف استعمال کرتے چلے آئے ہیں، جس میں تعلیم، تحقیق آزادی کے نام پر اسلامی مصادر و مراجع، کلیات و جزئیات علوم و معارف، عقائد و افکار کو یا تو تعصب اور عناد کی بنیاد پر زبردستی شک کے دائرے میں ڈال دیا جائے، اور مسلمانوں کو ان کے اپنے عقائد اور اسلامی تعلیمات سے یا تو دور رکھا جائے یا یا اسلام کی شکل بگاڑ کر متنفر کر دیا جائے، اور روحانیت کا جنازہ نکال کر، مادیت کو ان پر مسلط کر دیا جائے۔

مسلمانوں کے خلاف اس جنگ نے تمام شعبہائے اسلام کو اپنے سازشوں کے شکنجہ میں لے لیا ہے، چاہے وہ گوشۂ عقائد ہو، معیشت ہو، سیاست ہو، تعلیم ہو، تاریخ ہو، عقلیات و فلسفہ ہو، معاشرت ہو، نفسیات ہو، ذرائع ابلاغ ہو، خواہ نظام تربیت ہو۔ یہ جنگ قتل و قتال کی جنگ کے مقابلے میں انتہائی دیر سے اثر پذیر ہوتی ہے مگر اس کے اثرات انتہائی دیر پا ہوتے ہیں۔ یہ سست رفتار زہر کی طرح آہستہ آہستہ معاشرے کی رگوں میں پھیلتا ہے اور وقت آنے پر جسم کو بے جان کر چھوڑ تا ہے۔ فکری جنگ کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر کے اپنا تابع بنایا جاتا ہے۔ لوگوں کے دلوں سے اسلام کی حقانیت کا گہرا اثر مٹا کر مسلمانوں کو اپنے دین اور اپنے مذہبی رہنماؤں کے متعلق شش و پنج کا شکار کیا جائے۔ مسلمانوں کے خلاف اس ذہنی جنگ میں جن طریقوں اور ذرائع کا استعمال کیا گیا ان میں بعض ایسے مسائل تھے جو وقتی طور پر اٹھائے جاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو مستقل جاری رہتے ہیں۔

فکری جنگ کے ذرائع:

وقتاً فوقتاً اٹھنے والے مسائل میں جن ذرائع کا استعمال کیا گیا ان کا طائرانہ نگاہ سے مطالعہ کیا جائے تو اس کا خلاصہ تین ذرائع ہیں۔ (1) تعلیم و تعلم (2) رفاہی ادارے (3) ذرائع ابلاغ

تعلیم وتعلم کابطور ہتھیار استعمال:

اسلام کی بنیاد علم پر استوار ہے اور مسلمانوں کا مزاج ہمیشہ علمی رہا ہے۔ اس لیے صلیبی مہموں کے ناکامی کے بعد سب سے پہلے غیر مسلموں نے مسلمانوں کو علمی طور پر زیر کرنے کا سوچا۔ اس کے لیے سب سے پہلے جو تحریک ایجاد کی گئی وہ مستشرقین کی تھی۔ استشراق کا معنی بظاہر مشرقی علوم اور ثقافت سے واقفیت کا نام تھا۔ مگر مستشرقین نے اسلامی علوم، ثقافت اور روایات کا خوب مطالعہ کیا۔ اور خوب جانچ پڑتال کے بعد عالم اسلام پر اعتراضات کے دروازے کھول دیے۔ مسلمانوں کے غیر معتبر کتب سے حوالہ جات نکال کر مسلمانوں کو مطعون کیا گیا۔ اسلام کی بنیادوں کو کمزور کرنے کے لیے تفاسیر، احادیث اور فقہ کے علوم پر انتہائی منفی انداز میں کام کیا۔ مسلمان علماء کو مرعوب کرنے کے لیے ان مستشرقین نے کچھ اعلیٰ پائے تحقیقی کام بھی کیے۔ جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مستشرقین کے علمی و تحقیقی کام انتہائی اعلیٰ پائے ہوتے تھے مگر جتنا ان کا کام اعلیٰ تھا۔ اتناہی تصویر کا دوسرا رخ تاریک تھا۔ مسلمانوں کے علمی، نظریاتی اور فکری اساس پر ان کے حملے اتنے ہی خطرناک تھے۔

مسلمانوں کے درمیان ایسے مفکرین کو پیدا کیا گیا جو بظاہر تو مسلمان تھے مگر ان کا قلم ہمیشہ کفر کے لن ترانیاں اگلتا تھا۔ مغرب میں صنعتی انقلاب کے بعد اس کی شان و شوکت سے مسلمانوں کو مرعوب کیا جاتا تھا اور مسلمانوں کو یہ درس دیا جاتا تھا کہ ان کی نجات کفر کی تقلید کر کے مادی ترقی کے حصول میں ہے۔ مسلمانوں کو ہمیشہ احساس کمتری میں مبتلا رکھنے کی کوشش کرتے۔

مسلمانوں کے نصاب میں اسلام سے دوری لانے کی کوششیں بھی اس فکری جنگ کا حصہ ہے۔ بلکہ اب تو جنسی تعلیم کو بھی نصاب کا حصہ بنانے پر غور کیا جارہا ہے۔ مسلم فاتحین اور مجاہدین کی سوانح کو نصاب سے خارج کیا گیا۔ مسلمان ممالک کے طلباء کو بلا کر مغربی تعلیمی اداروں میں انہیں سہولیات اور مراعات کے نام پر جال میں پھنسایا گیا۔ ان کی ذہنی تربیت کی گئی۔ یہ تعلیم یافتہ لوگ اسلامی ممالک میں واپس لوٹے تو صرف نام کی حد تک مسلمان رہ گئے تھے۔ یہاں انہیں بڑی بڑی ملازمتیں ملیں۔ بیوروکریسی میں انہیں عہدے ملے جس کی وجہ سے اندر سے سارا نظام اسلامی روح سے خالی ہو گیا۔ حکومتی ایوانوں میں مغربیت کا زہر پھیلتا گیا۔ اور حتیٰ کہ سارا اسلامی دنیا اندر باہر سے غیر مسلم فکر کا حامل بن گیا۔ سیکولرازم انہیں آئیڈیل فکر کے طور پر نظر آنے لگا۔ آزادی، تجدید، مساوات، سیکولرزم، موڈرنزم، قومیت، جمہوریت، اشتراکیت، وغیرہ کے نعرے ایجاد کر کے مسلمان عوام کو ان خوبصورت نعروں میں پھنسایا گیا۔ اسلام، اسلامی نظام اور اسلامی خلافت کا نام ان کے ذہنوں میں ایک تاریک باب بن کر رہ گیا۔ اسلام کے زرین دور کی تاریخ سے دانستہ طور پر ناواقف رکھا گیا اور مسلم فاتحین کی تاریخ محض ایک جنگجو اور لڑاکا سردار کے طور پر پیش کی گئی۔ جس کے باعث آج کا جوان یہ سمجھنے لگا مسلمان ہمیشہ لڑتے رہے ہیں اور ان کا مذہب لڑائی ہی سے عبارت ہے۔

رفاہی خدمات کا بطور ہتھیار استعمال:

رفاہی خدمات اعداء اسلام کا وہ ہتھیار ہے جس کے ذریعے ہمیشہ انہوں نے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی۔ عارضی طور پر چند دنوں کے لیے کھانا یا دیگر ضروریات زندگی کی چند چیزیں فراہم کر کے انہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا۔ مختلف مشنریوں اور نان گورنمنٹ اداروں کے ذریعے رفاہی خدمات انجام دی گئیں۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ دنیا بھر کے غریب مسلم علاقوں عیسائی مشنریوں کی کوششیں جاری ہیں۔

ذرائع ابلاغ کا بطور ہتھیار استعمال:

میڈیا کہا جاتا ہے، حقائق، اخبار، افکار اور آراء کو مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں

تک پہنچانا۔ ابلاغیات اور میڈیا مختلف شکلوں میں ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ گئے زمانوں میں شعراء اور ادیب یہ کام سرانجام دیتے تھے مگر آج کی طرح میڈیا نے کبھی باقاعدہ ریاست کے ایک ستون کی حیثیت نہیں پائی تھی۔ سائنسی ایجادات میں انقلابات کے بعد ذرائع ابلاغ میں بھی انقلابی تبدیلیاں آئیں۔ نئی سی نئی چیزیں وجود میں آنے لگیں۔ معلومات اور خبریں سیکنڈوں کی رفتار سے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچنے لگیں۔ گذشتہ صدی کو ابلاغی انقلاب کی صدی کہا جاتا ہے۔ مغرب کے شاطر دماغوں نے ابلاغیات کے ان جدید ذرائع کو بھی مسلمانوں کی ذہنی تسخیر کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اب جنگیں میدان جنگ سے زیادہ ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر لڑی جاتی ہیں۔ مخالف فوج کو شکست دینے سے زیادہ عوامی رائے عامہ پر محنت کی جاتی ہے۔ دنیا بھر میں اپنی فتح کا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ دو منٹ کے دورانیے پر مشتمل ایک ویڈیو کلپ حالات کی کایاپلٹ کر رکھ دیتی ہے۔ حالات کا دھارا بدلنے میں ٹی وی، ریڈیو اور اخبارات کے کارکنوں کا انتہائی اہم کردار ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد مغرب کا پروپیگنڈا انتہائی تیزی سے جاری ہے۔ مسلمانوں کی وہ اکائیاں جس پر مسلمان عوام کا اتحاد ہوتا ہے۔ وہ شخصیات، قائدین یا وہ تحریکیں جن پر مسلمان عوام کا اعتماد ہوتا ہے۔ جن علماء اور اکابرین کے فرامین، ارشادات اور حکمت عملیاں عوام کے لیے حرف آخر سمجھی جاتی ہیں انہیں کے بارے میں شکوک، شبہات اور غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عوام کا اعتماد اپنے علماء، مذہب اور مذہبی تحریکوں سے اٹھایا جاتا ہے۔ عوام اور اسلام پسند طبقے کے درمیان خلیج پیدا کی جاتی ہے۔ رائی کا پربت بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ معمولی معمولی چیزوں کو نمایاں کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ اسلامی روح پر قدغن، اسلامی شریعت کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا، خونخوار مذہب کے رنگ میں اسلام کی تصویر کشی، اسلامی محاسن کو گھناؤنا رنگ دینا میڈیا کے "کارنامے" ہیں۔ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ اسلام کے متبعین ایجاد و اختراع کی قوتوں سے محروم ہیں، مسلمانوں کے درمیان عقائد کے اختلاف کو ہوا دی جاتی ہے۔ نسلی اور قبائلی تعصبات کو فروغ، صحیح عقائد میں شکوک و شبہات اور دشمنان اسلام کی حاشیہ برداری اور ان میں ضم ہو کر مسلمانوں کے جہاد اور ان کی تحریکوں میں فساد اور بگاڑ کی کوشش پیدا کی جاتی ہے۔ اسلام کے خلاف جغرافیائی بغض و حسد کو ابھارا جاتا ہے کہ وہ کیوں عرب میں ظاہر ہوا؟ باہر کیوں نہیں؟ قرآن مجید کی آیتوں میں تحریف اور اپنی مقصد برآری کی خاطر ان کی شرمناک تاویل کی جاتی ہے خود ساختہ نبوتوں کا دروازہ کھولنے کے لیے ختم نبوت محمدی ﷺ کے منکرین کو مزید فروغ دیا جاتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے دشمنوں کے مقاصد کی تائید میں امت مسلمہ کے اتحاد کا شیرازہ بکھیرنے کی مسلسل کوششیں کی جاتی ہیں۔

یہ تو امت کا فکری مسئلہ ہے رہی بات تہذیب اور تمدن کی۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے امت مسلمہ کی تہذیب پر چھری چلائی جاتی ہے۔ مسلمان نوجوان اپنی تہذیب چھوڑ کر غیروں کی نقالی پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ عبادات اور اخلاقیات میں بھی ان کی نقالی کی جاتی ہے۔ لباس اور چلنے پھرنے کا انداز بھی آج کا نوجوان ذرائع ابلاغ سے سیکھ رہا ہے۔

یہ سب ذہنی تسخیر کی وہ مہم ہے جس نے امت مسلمہ خصوصاً نسل نو کو مسخر کر کے رکھ دیا ہے۔ بلاشبہ میدان جنگ میں ہارنے والا یوپ اربن آج بھی افغانستان کے پہاڑوں میں صلیبی جنگ ہار رہا ہے۔ مگر اس کے شاطر دماغ جانشینوں کی شروع کی ہوئی خاموش جنگ آج بھی پوری کامیابی سے جاری ہے۔

امارت اسلامیہ کے خلاف ایک اور معرکے کا آغاز:

گیارہویں صدی عیسوی میں شروع ہونے والی صلیبی جنگ کے اختتام پر خاموش جنگ شروع ہو گئی تھی۔ اکیسویں صدی عیسوی کے پہلے عشرے یعنی 2001ء میں شروع ہونے والی صلیبی جنگ ممکنہ طور پر 2014 میں اختتام پذیر ہونے والی ہے جس کے بعد لامحالہ وہی پرانی فکری جنگ شروع ہو جائے گی۔ امریکا مجاہدین کو ناکام نہ کر سکا۔ اس لیے اب امارت اسلامیہ کو ناکام کرنے اور عوام میں اس کی قدر و منزلت کم کرنے کے لیے وہی پرانا طریقہ آزمایا جائے گا اور وہی خاموش جنگ شروع کی جائے گی۔ امارت اسلامیہ کے خلاف اب بھی پروپیگنڈے میں کوئی کمی نہیں کی جا رہی مگر پھر یہ جزئی پروپیگنڈا تحریک کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ ملک میں اندرونی و بیرونی سطح پر بھی حربے آزمائے جائیں گے۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے افغان عوام کے افکار کو مسخر کیا جائے، ان کی تہذیب، ثقافت، تاریخ، روایات، افکار، خیالات، شجاعت، بہادری، متانت، سنجیدہ فکری اور علم پسندی کا مذاق اڑا کر اس کی تضحیک کی جائے گی۔ افغانوں کی ثقافت و تاریخ کو جاہلانہ اور وحشیانہ قرار دیکر خود افغانوں کی نظر میں اس کی اہمیت و عزت گھٹا دی جائے گی۔ افغان عوام شروع سے اسلام اور ایمان پر جان چھڑکتے ہیں، ان کی مذہب پسندی کے خاتمے کے بے حیائی اور فحاشی کا سیلاب بہا دیا جائے گا۔ مذہب سے بیگانہ کر کے ان کو آزاد خیال بنا دیا جائے گا۔ دنیا کی تاریخ میں جس خطے میں بھی مغرب نے مسلمانوں کی تاریخ اور ان کے اقدار و روایات کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہر جگہ یہی حربے آزمائے گئے۔ افغان عوام کے خلاف بھی یہی طریقہ آزمایا جائے گا۔ اور یہ سب کچھ میڈیا کے ذریعے دنیا کے ہر خطے میں مغرب انتہائی آسانی سے کر رہا ہے۔

میدان جنگ میں بہادری اور شجاعت کی تاریخ رقم کرنے والے امارت اسلامیہ کے مجاہدین کو اب ایک نئے جنگ کے لیے تیاری تیز کر دینی چاہیے۔ میڈیا کے حوالے سے اب بھی امارت اسلامیہ الحمد للہ کسی سے پیچھے نہیں۔ اسباب و وسائل کے فقدان کے باوجود دنیا بھر کی کفری میڈیا سے برسرپیکار ہے۔ چند ویب سائٹوں اور چند مجلوں سے دنیا کے کروڑوں کا بجٹ کھانے والے ٹی وی چینلز اور دیگر میڈیا اداروں کا مقابلہ بڑی کامیابی سے کر رہی ہے۔ مگر مستقبل میں اس سے بڑی سطح پر کام کی منصوبہ بندی کی ضرورت ہوگی۔ اللہ کرے دشمن کو ہر جگہ رسوائی کا سامنا ہو۔

افغانستان...

ایک اور سپر پاور کا قبرستان

ابن الشرف

آج سے 11 سال قبل دنیا کی نام نہاد سپر پاور امریکہ نے افغانستان پر جارحانہ طریقہ سے اپنے ہی بنائے ہوئے بے ہودہ عالمی قوانین کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے حملہ کیا اور اس کھلی دہشت گردی کو عین حق اور جائز قرار دیا۔ شاید امریکہ اس کے اتحادیوں اور بناوٹی رائے عامہ کو غیور اور بہادر افغانوں کی تاریخ معلوم نہیں تھی اور اگر معلوم تھی تو وہ شاید اسے ہوائی باتیں سمجھتے ہوں گے۔ علاوہ ازیں انہیں اپنی جدید ترین ٹیکنالوجی پر بہت ہی ناز تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ جدید اسلحہ کے زور پر وہ طالبان مجاہدین کو چند دنوں کے اندر کچل کر رکھ دیں گے۔

اگرچہ امریکہ کی جارحیت اور درندگی کے نتیجہ میں بظاہر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکومت چھوڑ دی لیکن آج 11 سال بعد بھی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی بھرپور جدوجہد، انسانیت سوز ظلم و ستم اور ہر قسم کے جدید سے جدید اسلحے اور ٹیکنالوجی کے استعمال کرنے کے باوجود کابل سے قندھار اور غزنی سے بدخشاں تک طالبان کا ہی سکہ چلتا ہے۔ افغانستان کے اندر طالبان مجاہدین جہاں چاہتے ہیں اپنی مرضی کی کارروائیاں کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں افغانستان کے غیور عوام کی اکثریت طالبان پر مکمل اعتماد کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ طالبان افغانستان کے کسی بھی علاقہ میں چلے جائیں تو وہاں کے عوام والہانہ طریقہ سے ان کا استقبال کرتے ہیں اور ہر طرح سے ان کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔

افغانستان کے 75 فیصد سے زائد علاقوں پر آج بھی طالبان کا کنٹرول ہے اور ان علاقوں میں انہیں کا حکم چلتا ہے اس بات کو آج امریکہ اور نیٹو سمیت پوری دنیا تسلیم کر چکی ہے۔ نیٹو اور امریکہ کی افغانستان میں موجود جنگی قیادت کے اعلیٰ افسر دبے الفاظ میں میڈیا کے سامنے اس بات کا اعتراف بھی کر رہے ہیں کہ افغانستان کے 34 صوبوں میں سے 33 صوبوں پر طالبان کی حکومت ہے جہاں پر ان کے گورنر باقاعدہ کام کر رہے ہیں، موجودہ صورتحال سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امریکہ اور اسکے اتحادی افغانستان سے باقاعدہ شکست کھا کر عنقریب راہ فرار اختیار کرنے کو ہیں اور اپنی فرار کے لئے کوئی ایسا آبرو مندانہ طریقہ تلاش کر رہا ہے جس کے ذریعہ وہ افغانستان سے نکل جائیں، لیکن دوسری طرف طالبان مجاہدین اپنے آہنی ارادوں کے ساتھ افغانستان کو غیر ملکی فوجیوں کے لئے جہنم بنانے پر تلے ہوئے ہیں چنانچہ آج سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کہا تھا کہ "ہم افغانستان کو غیر ملکی افواج کے لئے دوزخ بنا دیں گے" طالبان کا یہ بیان اور ان کے ارادے دیوانے کی بڑھک نہیں ہے۔ جو لوگ طالبان مجاہدین کے ان دعووں کو دیوانے کا خواب سمجھتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ غیرت مند افغانوں کی تاریخ کا ایک بار مطالعہ ضرور کر لیں، ڈیڑھ صدی پہلے کا ایک واقعہ ہی ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے کہ جب وقت کی سپر پاور برطانیہ جس کی دنیا کے اکثر حصوں پر باقاعدہ حکومت تھی افغانستان میں داخل ہوئی تو اس کا کیا حشر ہوا، دنیا پر راج کرنے والا برطانیہ افغانوں سے اپنی حکومت کو تسلیم نہ کروا سکا بلکہ افغان بہادروں سے ہزاروں لاشوں کے تحفے لے کر اور ذلت و رسوائی کی گٹھڑی اپنے سر پر اٹھا کر بربادی کا سرٹیفکیٹ لے کر گھر کو سدھار گیا، برطانیہ کے لئے افغانستان کے جہنم زار بننے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ: "13 جنوری 1842ء کی ایک شام کو جلال آباد میں برطانوی قلعہ نما چھاؤنی کے پہرے پر مامور گشتی دستے کا لیفٹیننٹ ہیولاک بے زاری سے سوچ رہا تھا کہ "یہ افغان سرزمین تو ہمارے لئے عذاب بنتی جا رہی ہے" ایک طرف شدید برفانی موسم کی ہولناکی اور اس پر مستزاد افغانوں کی ناقابل شکست مزاحمت، انہی خیالوں میں گم اچانک اس کی نظر کابل سے آنے والی سنسان سڑک پر پڑی جہاں ایک خچر سوار نمودار ہو چکا تھا، ہیولاک نے مستعد ہو کر اپنی بندوق سیدھی کر لی، غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ سوار نے برطانوی فوجی وردی پہنی ہوئی ہے، خچر سوار ڈگمگاتا ہوا قلعے کی فصیل کے قریب پہنچا اور اپنی ٹوپی اتار کر اس نے بمشکل فوجی سلام کیا اور پھر دفعتاً اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

ہیولاک نے اپنے سپاہیوں کی مدد سے اسے خچر سے اتارا اچانک ایک فوجی چلایا کہ "یہ تو ڈاکٹر برائیڈن ہے۔ کابل چھاؤنی کا اسسٹنٹ سرجن" برائیڈن جو بے ہوش تھا کیونکہ اس کا بدن زخموں سے چور تھا، کئی گھنٹوں کے بعد ہوش میں آتے ہی برائیڈن کے منہ سے جو پہلا جملہ نکلا وہ یہ تھا۔

"سب مر چکے ہیں جنرل! صرف میں ہی زندہ بچا ہوں، اوہ میرے خدا! میں نے اپنی آنکھوں سے لاشیں گرتی دیکھی ہیں۔۔۔ ہزاروں لاشیں۔"

ڈاکٹر برائیڈن جسے مورخین نے Sole SurviVer کا خطاب دیا ہے۔ وہ برطانوی "سپر پاور" کے کابل چھاؤنی میں متعین 16500 فوجوں اور دیگر عملے میں سے بچنے والا واحد شخص تھا جسے افغان مجاہدین نے نشان عبرت کے طور پر واپس بھیجا تھا۔

بقیہ صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمالیں۔

روس کو دوبارہ افغانستان لانے کی کوششیں

تحریر: حسن مومند

قارئین کرام کے علم میں ہو گا کہ چندروز قبل بین الاقوامی ذرائع ابلاغ نے شہ سرخیوں کے ساتھ خبریں شائع کیں کہ 2014 میں افغانستان سے نیٹوافواج کے انخلاء کے بعدروس اپنی فوج افغانستان بھیجنا چاہتا ہے اور یہاں فوجی اڈوں کے قیام کا خواہش مند بھی ہے، میڈیارپورٹوں کے مطابق 2014ء کے بعد افغانستان میں فوجی اڈوں کے قیام کے سلسلے میں روس کی وزارت دفاع کے حکام نے نیٹوحکام سے ملاقات میں اس موضوع پر بات چیت کی اور پیشرفت بھی ہوئی۔

روس کے ان فوجی اڈوں سے غیر ملکی فوجیوں کے انخلاء کے بعد افغانستان کی نیشنل آرمی کے لئے اسلحہ اور دیگر جنگی وسائل کی فراہمی کاکام لیاجائے گا، روس کے اہم سرکاری رہنماوں نے بھی ذرائع ابلاغ کی ان رپورٹوں کی تائید کی، روس کی وزارت دفاع کی ذیلی ادارے کے سربراہ سرگی کوشلیف نے میڈیا کے نمائندوں کو بتایا کہ : ہم افغانستان میں فوجی اڈوں کے قیام پر مختلف زاویوں سے غور کر رہے ہیں تاکہ افغانستان سے اتحادی افواج کے انخلاء کے بعد خطے میں روس کی موجودگی کو موثر بنایا جائے۔

نیٹو میں روس کے نمائندے" الکسانڈر گروشکو"نے کہا تھا کہ جنوبی قفقاز سے افغانستان کے لئے فوجی وسائل لے جانے کے راستے پر غور ہو رہا ہے، روس کی جانب سے نئے راستے ترکمانستان اور تاجکستان سے گزریں گے جو روس کی جانب سے افغانستان میں فوجی اڈوں کے قیام کے لئے بھی مددگار ثابت ہونگے اور امریکہ اور نیٹو کے انخلاء کے لئے بھی یہی راستے مفید ثابت ہوں گے۔

افغانستان پر فوج کشی سے پہلے سوویت یونین دنیا میں بڑی عسکری قوت تھی جنہوں نے وسطی ایشیاکے ممالک کو اپنے زیر تسلط لایا، قفقاز پر قبضہ جمایا اور مشرقی یورپ کو بھی زیر تسلط لایا، دنیا ان کے خوف سے خاموش تھی۔ سوویت یونین کی ترقی اور قبضے کے خلاف نیٹواتحاد وجود میں آیا، امریکہ روس کا سب سے بڑا مخالف تھا لیکن نیٹو اور امریکہ سب سوویت یونین کے دبدبے اور خوف سے خاموش اور بے بس تھے کسی میں بھی سوویت یونین کا مقابلہ کرنے کی جرآت نہیں تھی۔

روس اگر اپنی اس حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے عسکری قوت بڑھانے اور C.I.A کی سازشوں کی روک تھام پر توجہ دیتا تو یہ اس کے لئے بہت بڑی کامیابی ہوتی لیکن روس کی بدقسمتی تھی کہ انہوں نے دنیا پر قبضہ جمانے کا خواب دیکھ کر افغانستان پر یلغار کی حملے کے بعد بھی جب روس یہ معاملہ سمجھ گیا کہ افغانستان میں ان کے خلاف تمام ملت اٹھ گئی ہے اور روس مخالف دنیا پر بھی یہ حقیقت واضح ہوئی کہ افغانوں میں روس کے خلاف لڑنے کی طاقت ہے اس لئے انہوں نے ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا تاکہ روس افغانستان میں شکست سے دوچار اور دنیا اس مصیبت سے محفوظ ہو تو اس وقت بھی روس کی نجات کے لئے اہم موقع موجود تھا، انہیں سوچنا چاہئے تھا، افغانستان کی تاریخ سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے تھا، اور یہ کہہ کر افغانستان سے واپسی اختیار کر لیتے کہ افغانیوں کو ہماری ضرورت نہیں، اس طریقے سے وہ افغانستان کی بربادی اور پندرہ لاکھ مظلوم افغانوں کے قتل عام کے جرم کے مرتکب بھی نہیں ہوتے اور دنیا میں اپنی حیثیت بھی برقرار رکھنے میں کامیاب ہوتے لیکن انہوں نے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اسے ضائع کرکے اس شعر کے مصداق بنے کہ "لمحوں نے خطا کی اور صدیوں نے سزا پائی"انہوں نے اپنے ڈھیروں جنگی وسائل اور فوجیوں کی بڑی تعداد سے دھوکہ کھایا کیونکہ وہ مغرور تھے کہ ہمارے بے تحاشا جنگی وسائل کے مقابلے میں وسائل کے لحاظ سے کمزور افغان قوم ہمارا کس طرح مقابلہ کر سکے گی یہی وجہ تھی کہ انہوں نے افغانوں کے خلاف جنگ کی راہ اپنائی اور دس سال مسلسل لڑائی کے بعد روس افغانستان میں ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا اور سوویت یونین کا شیرازہ بری طرح بکھر گیا، وسطی ایشیا کے ممالک جن پر سات دہائیوں سے روس کا قبضہ تھا نہ صرف آزاد ہو گئے بلکہ وہاں امریکہ نے اپنے فوجی اڈے بھی قائم کئے، مشرقی یورپ جو نہ صرف اس کے تسلط سے آزاد ہوا بلکہ روس کے خلاف وہاں نیٹو نے دفاعی سسٹم بھی نصب کیا، روس کے لئے افسوس کا مقام ہے کہ اس کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے وہ اس انجام کو پہنچا۔

سوویت یونین کی شکست کی ایک دہائی بعد امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے غیور افغان عوام کی تاریخ بھلا کر افغانستان پر یلغار کی، ان کا خیال تھا کہ مادی وسائل سے ناواقف غریب افغان عوام ان کا ایک دن بھی مقابلہ نہیں کر سکیں گے وہ خدا کی طاقت اور مدد سے منکر تھے، افغانوں کی قربانی سے ناواقف تھے، وہ صرف مادی وسائل پر یقین رکھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ روس کی شکست افغان عوام کے ساتھ بین الاقوامی دنیا کے مادی وسائل کے باعث ہوئی، لیکن جب

افغانوں نے کمزور وسائل کے ساتھ امریکہ اوراس کے اتحادیوں کامقابلہ شروع کیاتو قابض قوتوں نے بھی تسلیم کیاکہ نہ صرف مجاہدین میں لڑنے کی بھرپور صلاحیت اور طاقت ہے بلکہ ہمارے لئے شدید مشکلات کاباعث بھی بنے ہوئے ہیں۔روس کے لئے اچھاموقع تھاکہ وہ خفیہ طریقے سے مجاہدین کے ساتھ تعاون کرتا تاکہ ایک طرف وہ امریکہ سے اپناانتقام لے لیتااوردوسری طرف امریکہ کے شر سے خطے کے ممالک کو محفوظ بنانے کی لسٹ میں اس کانام بھی شامل ہوجاتالیکن بدقسمتی سے جب روس نے یہ جرآت نہیں کی توکم ازکم خطے پر قبضہ کرنے کاارادہ رکھنے والے قابض امریکہ اوراس کے اتحادیوں کے ساتھ نام نہاددہشت گردی کے خلاف جنگ میں اظہارہمدردی تونہ کرتا اور غیر جانبداررہ کراس جنگ سے لاتعلقی کااظہار کرتا لیکن بدقسمتی سے روس غیر جانبداری کایہ توازن برقرارنہ رکھ سکااور کبھی کبھار غیر سنجیدہ،حیران کن اورنامناسب اقدامات اوراظہار خیال بھی کرتارہا۔

بلاشبہ امریکہ اوراس کے اتحادیوں نے افغانستان میں ہزیمت اٹھائی،ان کے لئے شکست سے انکار ممکن نہیں اس لئے اب وہ چاہتے ہیں کہ رسوائی سے بچنے کے لئے کسی دوسرے ملک کو بیچ میں لاکر شکست کی نسبت اس کی طرف منسوب کریں اور خودافغانستان سے نکلنے میں دیرنہ کریں،اس مقصد کے لئے C.I.A نے عجیب مہارت سے روس کو قربانی کابکرابنانے کامنصوبہ بنایاہے۔مغربی ذرائع ابلاغ یہ پروپیگنڈہ کررہے ہیں کہ طالبان خطے کے امن کے لئے شدید خطرہ ہیں،2014ء میں امریکہ اوراس کے اتحادیوں کے انخلاء کے بعداگر طالبان اس خیال کے ساتھ فاتح ہوکر کابل میں حکومت بنالیں کہ انہوں نے سپرپاورامریکہ اور مغربی قوتوں کوشکست دی تویہ وسطی ایشیا،چین اورروس کے استحکام اور سلامتی کے لئے باعث خطرہ ہے۔حیرت کی بات ہے کہ جوپروپیگنڈہ مغربی ذرائع ابلاغ کریں وہی بات روس کے بعض رہنما بھی کرتے ہیں اوریہی سی۔آئی۔اے کامقصد ہے۔

مغربی ذرائع ابلاغ کاترانہ گانے والے روس کے بعض حکام یہ بھی کہتے ہیں کہ طالبان کے برسراقتدارآنے سے منشیات کی پیداوارمیں بھی اضافہ ہوگاجووسطی ایشیاکے راستے روس اور پھر مغرب تک منتقل ہوگی،منشیات کی پیداوارمیں مسلسل اضافے نے وسط ایشیائی ممالک اورروس کی حکومتوں میں رشوت ستانی کابازارگرم کررکھاہے۔اس کے علاوہ 90 کی دہائی میں دریائے آموکی دوسری جانب تاجکستان اورازبکستان میں اسلامی حکومتوں کے قیام کیلئے جدوجہد کی خبروں کاحوالہ بھی دے رہے ہیں۔

جب سوویت یونین نے افغانستان پر فوج کشی کی تواسلامی دنیامیں اس کے خلاف نفرت پیداہوئی اورجب امریکہ اوراس کے اتحادیوں نے افغانستان اور پھر عراق پر حملہ کیااورروس ان دونوں جنگوں میں غیر جانبداررہاتونہ صرف اس کی معیشت مستحکم ہوئی بلکہ اس کے خلاف اسلامی دنیاکی نفرت بھی ختم ہوئی جسے روس اپنے لئے بڑی کامیابی اور پیشرفت سے تعبیر کرتاہے۔

دنیامیں آباد مسلمان ہراس ملک کواپنادشمن سمجھتاہے جو مسلمانوں پر حملے کرتے ہیں،قبضہ کرتے ہیں اوران کے وسائل پر تسلط قائم کرتے ہیں اگرروس افغانستان آنے کی حماقت کرے تودنیاکے مسلمان پھراس سے نفرت کرکے دشمنی شروع کریں گے۔

جہاں تک طالبان کے خطرے کی بات ہے تواس سے پہلے بھی طالبان افغانستان پر حاکم تھے انہوں نے افغانستان کے ہمسایہ ممالک یاکسی دوسرے کمزورملک کے خلاف کیاسازش کی؟طالبان کی پالیسی سے دنیاآگاہ ہے کہ وہ اپنے ملک کی آزادی اور خودمختاری کے لئے جدوجہد کررہے ہیں،افغانستان میں قیام امن ان کی پہلی ترجیح ہے،قابض قوتوں کے مظالم سے نہتے افغانیوں کونجات ان کامقصد ہے اورملک کی ترقی وخوشحالی ان کاپروگرام ہے۔اگردنیاکوطالبان کی اس پالیسی کاپتہ ہے توپھرروس کیوں اس سے آگاہ نہیں اور کیوں دوسروں کی سازش اور فریب سے دھوکہ کھاکر غیر سنجیدہ اورنامناسب حرکات کامرتکب ہورہاہے؟

جہاں تک 90 کی دہائی میں تاجکستان اورازبکستان میں مسلح مزاحمت کی بات ہے تواس وقت نہ طالبان تھے اورنہ ہی افغانستان میں کوئی مضبوط ادارہ اور مستحکم حکومت تھی جس کے اشارے پر ان ملکوں میں مزاحمت کی باتیں ہورہی تھیں۔آزادی،خودمختاری اوراسلامی نظام کانفاذ ان ملکوں کے عوام کامطالبہ تھایہ الگ بات ہے کہ انہوں نے اس کاالہام افغانیوں سے لیا۔

روس نے منشیات کی پیداوارمیں اضافے کی بات کی تواس پر دنیاگواہ ہے کہ موجودہ حکومت کے قیام سے منشیات کی پیداوارمیں بے تحاشااضافہ ہوا،حتیٰ کہ اس میں وزراء بھی شامل ہیں تاہم طالبان کے دورحکومت میں منشیات کی پیداوارپر سخت پابندی تھی اورآخری سال میں منشیات کی پیداوارکی شرح صفرتک پہنچائی اوریہ کہنامناسب ہوگاکہ آئندہ بھی طالبان برسراقتدارآکر منشیات کی پیداوارپر پابندی لگادیں گے۔

افغانستان سے امریکہ اور نیٹوکے انخلاء پر روس کو بھی افغانیوں کی طرح خوش ہونی چاہئے،اس لئے طالبان کوخطرات نہ سمجھے،طالبان سے مطمئن رہے اور سی۔آئی۔اے کی مذموم سازشوں سے بچنے کی کوشش کرے۔

✡ ✡ ✡

اقوام عالم پر امریکی جارحیت کے مختلف پہلو!

تحریر: استاد مصطفی حامد — قسط نمبر 1 — اردو ترجمہ: انجینئر محمود زبیری

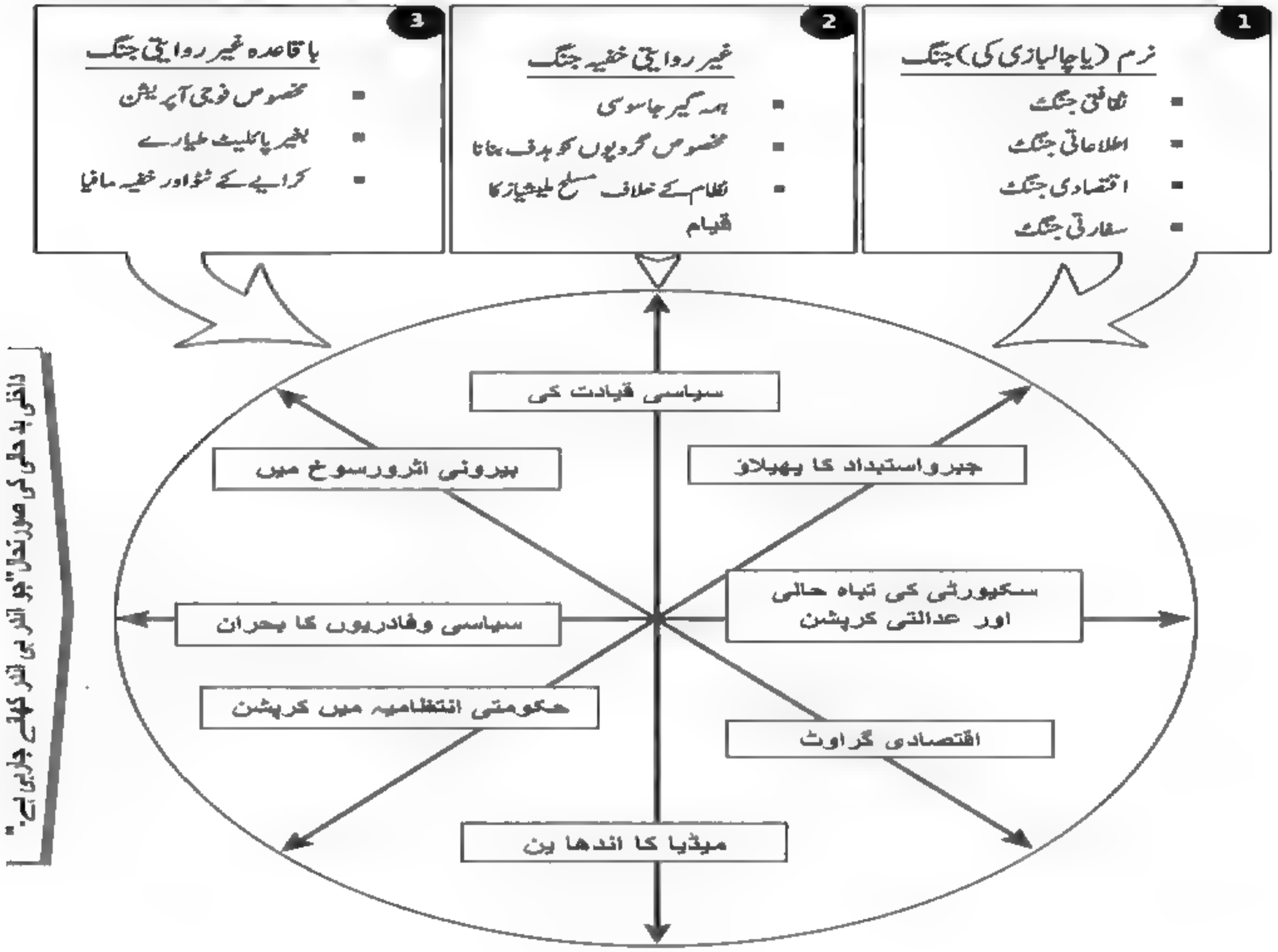

امریکہ کی اقوام عالم کے خلاف جنگوں کا مختلف تناظر میں مطالعہ کیا جائے تو اس کا جنگی جنون ان تین صورتوں میں اجاگر ہوتا دکھائی دیتا ہے:

1-نرم (یاچالبازی کی) جنگ 2-غیر روایتی خفیہ جنگ 3-باقاعدہ غیر روایتی جنگ

یاد رہے کہ:

- ❖ "چوتھی نسل کی جنگ" یا "چھوٹے پیمانے پر مداخلت کی جنگ" کا نظریہ افغانستان میں تزویراتی (اسٹریٹیجک) ناکامی کا خلاصہ ہے۔
- ❖ اجرتی کمپنیاں اور مافیا گروہ امریکی فوجی طاقت کا اساسی جزو ہیں۔
- ❖ معاشروں اور ریاستوں کی داخلی کمزوریاں ان کے خلاف امریکی جنگ کی بہترین معاون ہیں۔
- ❖ اسلامی قومیت کا پتہ جسے امریکہ نے سوویت اتحاد کے خلاف افغانستان میں بخوبی استعمال کیا، اب اسلامی ممالک کی تباہی کے لیے شروع ہونے والی مخصوص اہداف پر گروہی حملوں کی جنگ میں پھر سے استعمال ہونے جارہا ہے۔

بہر حال:

اس حقیقت میں دورائے نہیں کہ عراق و افغانستان کے خلاف شروع کردہ غیر منطقی جنگوں میں پے درپے اقتصادی خسارہ اٹھانے کے بعد امریکہ اس وقت بھرپور زوال کی طرف گامزن ہے، اس کی دم توڑتی معیشت امریکی شکست میں واضح کردار اداء کر رہی ہے، بلکہ اس صورت حال نے دنیا پر صدیوں سے قائم مغربی تسلط کے لیے بھی خطرے کی گھنٹی بجادی ہے۔

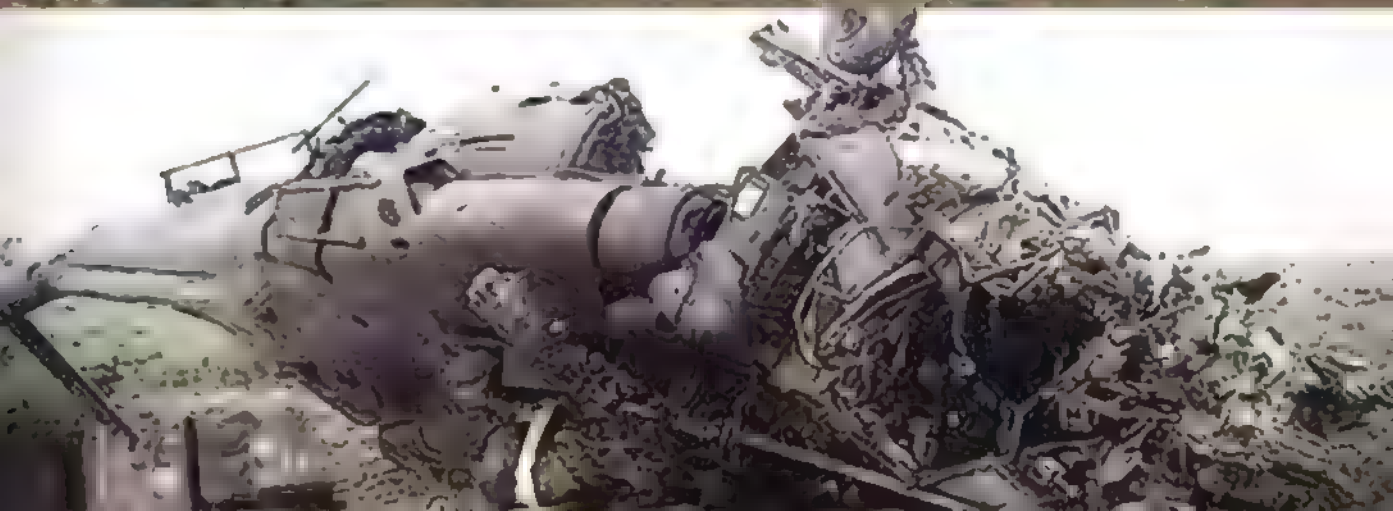

افغانستان میں پیش آنے والی تہذیبی، عسکری اور سیاسی ناکامی وہ تازہ ترین دھچکا ہے جسے چھپانے کے لیے امریکی پروپیگنڈا مشن دن رات مصروف ہے۔ اور اب خطوں کی جغرافیائی و سیاسی صورتحال کے مناسب نئے تزویراتی منصوبے تشکیل دیئے جا رہے ہیں۔

ماضی میں گھڑے جانے والے "گلوبلائزیشن اور جدید ریاستی نظام" جیسی لچھے دار اور خالی خولی نعروں کے بعد اب "چوتھی جنگ" کی اصطلاح منظر عام پر آئی ہے۔ یہ اصطلاح دراصل تو تاریخی ہی ہے، لیکن آج ٹیکنالوجی کے فرق کی وجہ سے اسے نیا نام دیا جارہا ہے، حالاں کہ حقیقت میں یہ ایک پرانا نظریہ ہے۔ صرف جدید ٹیکنالوجی اور نئے نام کی وجہ سے لگتا یوں ہے جیسے یہ کوئی نیا نظریہ متعارف ہونے جارہا ہے۔

(اسی نظریے کے تحت) امریکہ نے اپنے دفاعی بجٹ میں کمی کی ہے، اسی طرح اسرائیل اور یورپی یونین نے بھی اپنے بجٹ گھٹائے ہیں۔ اور یہ ممالک اپنے زائد از ضرورت نیوکلیائی اثاثہ جات میں بھی کمی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی کمزور اقوام بالخصوص مسلمانوں پر رعب وداب قائم رکھنے کے معاملے میں بھی باقاعدہ افواج پر اعتماد کم کرنے کا ارادہ کیا جارہا ہے، اور خالص عسکری قوت کے استعمال کو دیگر طریقوں سے بدلا جارہا ہے، جن میں سرفہرست "جاسوسی کی جنگ، معاشی حملے، مختلف ممالک و معاشروں میں علاقائی جنگوں اور داخلی انتشار کو ہوا دینا، جو خانہ جنگی کی حد تک پہنچ جائے، یعنی انھیں اندر سے کھوکھلا کرنا۔ اور میڈیا کے ذریعے معاشروں کو فحاشی و عریانی کی دلدل میں گھسیٹنا، تاکہ انسانی اقدار دم توڑ جائیں اور معاشرے امریکی مفادات کے لیے استعمال ہونے لگیں" وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سب دنیا پر یورپی تسلط بٹھانے کے پرانے حربے ہی ہیں جنہیں "چوتھی نسل کی جنگ" کے نام سے اب متعارف کروایا جارہا ہے۔ فرق صرف اتنا آرہا ہے کہ معاشی خسارے کی وجہ سے ماضی سے چلی آتی ہوئی اس جنگ میں افواج کے براہِ راست استعمال کو وقتی طور پر کم کر دیا گیا ہے۔

آئندہ متوقع جنگوں میں جارحیت کس درجہ بندی کے تحت ہوگی؟

عسکری اعتبار سے اب امریکا جنگوں میں اکیلا اترنے کی بجائے نیٹو اتحاد کو اپنے ساتھ گھسیٹ رہا ہے، جیسا کہ افغانستان میں ہوا یا ماضی قریب میں شام اور لیبیا کی مثال جہاں امریکا نے خود اترنے کی بجائے نیٹو ہی کو آگے کیے رکھا ہے۔ اسی طرح سیاسی معرکہ آرائی میں بھی امریکا اب یورپی یونین کا سہارا لے رہا ہے۔

ان جنگوں کا مقصد ریاستوں کو امریکی سیاسی مفادات کے تابع رکھنا ہے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ یہ ممالک ۲۰۰۱ سے قبل کے افغانستان جیسا باغیانہ رویہ ظاہر کرنے لگیں۔ یا ان کا مقصد بعض ایسی جوہری تبدیلیاں لانا ہے جو ایسی ریاستوں کے کلیدی اداروں کو امریکی مفادات سے ہم آہنگ کر سکیں اور اس کی حلیف ریاستوں بالخصوص اسرائیل کے تحفظ کے ضامن رہیں۔

امریکی جارحیت درجہ بندی کے اعتبار سے دو بنیادی عوامل پر مشتمل ہے:

اوّل: داخلی سطح پر جارحیت کا ارتکاب (یعنی داخلی سطح پر اندرونی عناصر ہی کے ذریعے جنگ برپا کرنا):

یعنی اگر ممکن ہو سکے تو داخلی عناصر ہی کے ذریعے مطلوبہ ملک کو ہدف بنا دیا جاتا ہے، یا پھر اسے داخلی طور پر اس حد تک کمزور کر دیا جاتا ہے کہ بیرونی مداخلت کی ضرورت کم سے کم پیش آئے۔ اس داخلی مداخلت کے سلسلے میں "غیر پسندیدہ ملک" کے اپنے ہی اندر موجود بحرانوں اور عیوب کو زیر استعمال لایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں امریکہ کی کوشش ہوتی ہے کہ داخلی بحرانوں کا رخ اس انداز سے کنٹرول کیا جائے کہ یہ تمام نقائص و بحران مل کر داخلی طور پر ایک بڑے دھماکے کی صورتحال پیدا کر دیں جسے دوسرے الفاظ میں "تناقضات کو ہوا دینے کی انجینئرنگ" کہا جاتا ہے۔ یا جیسا کہ ایک مشہور مصنف نے کہا کہ، دیوار میں موجود کسی دراڑ کے اوپر ہوئے روغن کو اگر کھرچ کر نقص واضح کر دیا جائے تو یہ دراڑ خود بخود بنیاد تک جا پہنچتی ہے اور پھر ساری دیوار زمین پر آگرتی ہے۔

یہ دراصل داخلی بحرانوں کو ہوا دینے کا فن ہے جس میں صہیونیوں نے ہزاروں سال سے خاصی مہارت حاصل کر رکھی ہے۔ دوسری طرف انہوں نے سودی کاروبار میں مہارت حاصل کر رکھی ہے جس کی وجہ سے یہ دنیا کی باقی عوام پر غالب چلے آرہے ہیں۔ ہم یہاں تاکید سے یہ بات دوہراتے ہیں کہ "غیر پسندیدہ ممالک" کے داخلی مسائل اور بحران اور ان کی بنیاد میں شامل مختلف تنازعات، جن کی وجہ سے معاشرہ یکجا نہیں ہو پاتا اور ملکی قوت ٹھیک طور پر کارآمد نہیں ہو پاتی، ایسے ٹائم بموں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جنہیں امریکہ بڑی مہارت سے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔

دوم: بیرونی عوامل کے ذریعے (دوسروں کو) تاراج کرنا

یہ وہ جارحانہ اقدام ہیں جو "غیر پسندیدہ ممالک" کی سرحد کے باہر سے ان ممالک پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ ان کا عمومی ہدف داخلی جارحیت پسند عناصر کو ہوا دے کر تشدد کے راستے سے ریاست کو امریکی (اسرائیلی یا یورپی) مرضی کے سامنے جھکانا اور نیو ورلڈ آرڈر کے مطابق ریاست کی تشکیل جدید ہوتا ہے۔

خارجی جارحیت تین سطحی ہوتی ہے:

اوّل: چالبازی کی قوت کے ذریعے جنگ

اس میں چالبازی کے تمام طریقے شامل ہیں، یعنی ثقافتی جنگ، نشریاتی جنگ، سفارتی جنگ، معاشی جنگ اور روایتی جاسوسی وغیرہ

دوم: جاسوسی کی غیر روایتی جنگ

اس کے ذریعے بنیادی طور پر دو طرح کی غیر روایتی کارروائیاں رُوبہ عمل لائی جاتی ہیں:

خصوصی دستوں کے ذریعے حملہ

اندرونِ ملک لڑاکا دستوں کی تشکیل

سوم: باقاعدہ مگر غیر روایتی انداز میں جنگ

یہ بات بظاہر متعارض معلوم ہوتی ہے کہ ایک جنگ غیر روایتی بھی ہے اور منظم بھی؟ دراصل یہ نظامی اس معنی میں ہے کہ ایک باقاعدہ فوج اسے لڑتی ہے اور غیر روایتی اس وجہ سے کہ اس جنگ کی عسکری وسیاسی تنظیم اور اسی طرح منظم فوج کی تشکیل کے لیے اترنے والے دستوں کی ماہیت جن کو اجرتی کمپنیوں اور مافیا گروہوں کی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے غیر روایتی ہی ہوا کرتی ہے۔

افغانستان میں روسی شکست کے بعد امریکا کے اعلان کردہ نیو ورلڈ آرڈر کے سائے میں یہ جنگ نئی شکلیں اور اسلوب اختیار کر چکی ہے۔ اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس جنگ نے بھی تباہی کے نئے آلات اپنا لیے ہیں جس کا دنیا نے پچھلی دہائی میں خوب مشاہدہ بھی کیا۔

نوٹ: یہاں ہم اس طرف بھی اشارہ کرتے چلیں کہ جدید عالمی سیاست کے ماحول نے ان جنگوں کی تنظیم پر بھی کافی اثر ڈالا ہے۔ کیونکہ قانونی جواز کی فراہمی کے پیمانے بدل گئے ہیں، اور ان جنگوں میں شامل ہونے والے علاقائی و بین الاقوامی اتحاد اور معاہدوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے جو جنگ کی چکی کو چلاتے ہیں اور جنگ کے ثمرات سے مستفید ہوتے ہیں اور یہی ان مبنی بر ظلم، غیر اخلاقی جنگوں کا خود غرض رخ ہے۔

جارحیت کی داخلی سطح یعنی کسی ملک کے خلاف اس کے اندرونی عناصر ہی کے ذریعے جنگ کرنے کی تفصیل:

یہ داخلی انتشار کی جنگ ہے یا واضح تر الفاظ میں ریاست کو اسی کے اندر پائے جانے والے بحرانوں کی مدد سے منتشر کر دینے کی جنگ۔ ان میں سے بعض بحرانوں کا تعلق ملکی نظام میں پائی جانے والی خامیاں اور اس کی تنظیم سے ہوتا ہے اور بعض کا ان تاریخی تنازعات سے جو سالوں سے اس ملک کے ساتھ وابستہ چلے آرہے ہوتے ہیں لیکن "تناقضات کو ہوا دینے کی انجنیئرنگ" ان تنازعات کو فعال کر دیتی ہے۔ اور ان مسائل کو ایسے شدید فتنے بنا دیتی ہے جس سے ملک کے اندر گروہی و مسلکی بنیادوں پر خانہ جنگی چھڑ جاتی ہے، مثال کے طور پر مختلف علاقے کے لوگوں کے درمیانی نسلی بنیادوں پر ہونے والی جنگیں یا ایک ہی گروہ میں اقتصادی و اجتماعی بنیادوں پر ہونے والی لڑائیاں جیسا کہ امیر وغریب طبقات کے درمیان جنگیں یا محروم وسائل پر قابض طبقات کی باہمی چپقلشیں۔

یہاں ہم ان داخلی بحرانوں میں سے آٹھ مثالوں کا ذکر کریں گے، مگر ہم اس میں ان شدید صورتوں کا ہی ذکر کریں گے جیسا کہ "عرب بہاریہ" سے قبل متاثرہ ممالک جس صورتحال سے دوچار تھے۔ جس کی وجہ سے وہاں غصہ کی لہریں اٹھیں اور وہاں پر مسلط حکمران ان کی تاب نہ لاسکے۔ یہی تمام غلطیاں شدت کے کچھ فرق کے ساتھ تقریباً تمام ممالک ہی میں پائی جاتی ہیں۔ بعض حکومتیں احسن طریقہ سے ان مشکلات پر قابو پالیتی ہیں اور بعض اس میں ناکام رہتی ہیں، بلکہ وہ ایسے غیر مناسب اسلوب اختیار کرتی ہیں جن سے معاشرے کا غم و غصہ مزید بڑھ جاتا ہے اور نتیجتاً ملکی نظام ملیامیٹ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورتحال میں خارجی دشمن ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس ملک کو گروہی و علاقائی بنیادوں پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ یہ وہ خطرناک صورتحال ہے جس کا سامنا یمن، عراق، لیبیا، شام اور غالباً مصر جیسے ممالک کو بھی ہے۔ اس کی بنیادی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ سیاسی قیادت کی کمزوری

یعنی خطے کی تاریخ، عالمی ماحول، معاشرے کے حالات کا درست جائزہ لینے اور حکمت عملی کا فقدان ہوتا ہے۔ ایسی قیادت خطے میں نسلی، جماعتی، مسلکی اور سیاسی بنیاد پر امتیازات کو جنم دیتی ہے، جس کے ذریعے بعض عناصر نوازے جاتے ہیں اور بعض محروم رہ جاتے ہیں۔ ایسی صورتحال میں معاشرہ ایک ایسے بم کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو کسی بھی وقت پھٹ پڑنے کو تیار ہوتا ہے۔ "امریکی و اسرائیلی دشمن" جو اس موقع کی گھات میں بیٹھا ہوتا ہے وہ ملک کو اپنے مفادات کے سامنے جھکانے کے لیے اس مرحلے کو ہرگز ضائع نہیں کرتا، اور انجام کار اس ملک پر یہ طاقتیں مکمل قبضہ تک حاصل کر لیتی ہیں۔ معاشرے میں امتیازات کے وجود سے جنم لینے والے طبقات کو خارجی طاقتوں کے ذریعے اسلحہ اور امداد فراہم کیا جانا نہایت آسان امر ہے، اس کے بعد یہ طبقات مسلح ملیشیا کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس مرحلے کے بعد ان طبقات کی دوبارہ اصلاح قریباً ناممکن ہو جاتی ہے۔

ایک ناکام قیادت کو نہ تو اپنے اوپر اعتماد ہوتا ہے اور نہ ہی اپنی عوام اور ملک کی صلاحیتوں پر!، ایسی قیادت اپنے دشمن کے قدموں میں جا گرتی ہے اور ان کے بل بوتے پر اپنے عوام پر قبضہ قائم رکھنے اور اقتدار کو طول دینے کی کوشش کرتی ہے۔ ایسی قیادت اصولوں اور عقیدہ سے عاری ہوتی ہے اور اس کے پاس اپنے لیے یا اپنی عوام کے لیے زندگی کا کوئی بڑا پیغام یا انسانیت کا کوئی اعلیٰ مقصد نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ چھوٹے چھوٹے مسائل اور مصلحتوں میں سرگرداں رہتی ہے۔

۲۔ غیر ملکی نفوذ کا بڑھ جانا اور ملکی سالمیت کا فقدان

یہ صورتحال بھی ملک کو اسی طرف دھکیل دیتی ہے جس کی طرف اشارہ ہم نے پچھلی سطروں میں کیا، پس ملکی سالمیت داؤ پر لگ جاتی ہے اور ملک بیرونی طاقتوں کے اشاروں پر چلنے لگتا ہے۔ ملک خفیہ یا اعلانیہ طور پر اس خارجی دشمن کے ساتھ "امن"، "اسٹریٹیجک اتحاد"، "طویل مدتی تعاون"، تعلیمی، ثقافتی اور سیکورٹی معاہدوں میں گھیر لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حکومت کا کام ملک کے داخل و خارج میں محض استعماری قوتوں کے ارادوں کی تنفیذ ہی رہ جاتا ہے۔ عرب کی حکومتوں کا یہی حال تھا اور اسی دغا و فریب کی وجہ سے انہیں عوامی غم و غصہ کی لہر کا سامنا "عرب بہاریہ" کی صورت میں کرنا پڑا۔

اس قسم کے غم و غصہ پر قابو پانے کے لیے "دشمن" اس ملک کے اندر اور

باہر موجود اپنے معاونین کو حرکت میں لاتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ صورتحال کو طریقہ کار کی تبدیلی، حکومتی چہروں اور ان کے معاونین کی تبدیلی اور نئے حکام کو اسرائیلی مفادات کے تحفظ کا امین بناتے ہوئے اس طور قابو کیا جائے کہ ملکی نظام میں کوئی جوہری تبدیلی نہ آئے اور حسبِ سابق ان کے مفادات کا تحفظ یقینی رہے اور عوام بھی خاموش ہو جائے۔

غیر ملکی نفوذ کا لازمی نتیجہ ملکی سالمیت کے ضیاع اور اس کے خارجی استعماری قوتوں کے ہاتھوں یرغمال بننے کی صورت میں نکلتا ہے۔ اور حقیقی انقلابی تحریک تو وہ ہے جو پہلے ہی لحظے غیر ملکی دخل اندازی کے تمام دروازے بند کر دے اور تمام مراحل پر اپنے معاونین کو ساتھ جوڑے رکھے۔ "عربی بہاریہ" کے معاملے میں دیکھا گیا ہے کہ یہ انقلابی مزاحمت ابھی تک خارجی مداخلت کا راستہ روکنے میں ناکام رہی ہے۔ جبکہ معاون عناصر بھی اسی دشمن کے ساتھ کھڑے ہو کر ایسے خیالی دشمن تخلیق کر رہے ہیں جن کی وجہ سے عوام کی نظریں اصل ہدف کی جانب بڑھ ہی نہیں پا رہیں۔ اور یہ عوام اور انقلاب کے بھٹکنے کی اہم ترین وجہ ہے۔

۳۔ سیاسی وفاداریوں (کہ آئے دن بدلاؤ سے پیدا ہونے والا) بحران

اس بحران کا نتیجہ بھی قیادت کے کمزور پڑنے اور بیرونی عناصر کی ملکی معاملات میں مداخلت کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طرح حکمران طبقہ میں بیرونی طاقتوں کے وفادار مفاد پرست گروہ کھڑے ہو جاتے ہیں جو اہم ملکی راز باہر بھیجتے ہیں اور بیرونی دشمن سے تعلقات مضبوط کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ بلکہ ضرورت پڑنے پر یہ گروہ مقامی حکومت کو نظر انداز کرتے ہوئے دشمن کے احکام کی براہِ راست بجا آوری کرتے ہیں۔ یہ گروہ حکومتی نظام میں طاقت کے ایسے نئے محور کھڑے کر دیتے ہیں جو ریاست کے انتظامی ڈھانچے کو نظر انداز کرتے ہوئے دشمن کے لیے کام کرتے ہیں۔ یہ خائن گروہ مقامی مال دار عناصر اور بیرونی طاقتوں کے کام کا کھلا میدان بن جاتے ہیں، جہاں سے ہر کوئی پیسے اور مراعات کے عوض اپنا مفاد حاصل کرتا ہے۔ اس گھمبیر صورتحال میں بھی ملک عالمی طاقتوں سے غیر مساوات پر مبنی معاہدے اور امت، دین اور ملک دشمن عناصر سے امن معاہدوں پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۴۔ ریاستی انتظامیہ کی کرپشن:

ریاستی انتظامیہ ملک میں حکومتی کاروبار اور داخلی سلامتی کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ جب یہ ادارہ کرپشن کا شکار ہو جاتا ہے تو حکومتی عملداری کا نظام دم توڑنے لگتا ہے، ریاستی رِٹ جاتی رہتی ہے اور ملک میں بدامنی، بے چینی اور ہنگامے کھڑے ہونے لگتے ہیں۔ یہ صورتحال تشدد اور جنگل کے قانون کی جانب ملک کو دھکیل دیتی ہے۔ ریاستی انتظامیہ کے بڑے امراض میں سے رشوت، غبن اور مال و عہدہ کے حصول کے لیے اختیارات کا ناجائز استعمال ہیں۔ ایسی صورتحال میں طاقتور اور مال دار بآسانی وسائل تک پہنچ جاتا ہے اور غریب و کمزور محروم رہتا ہے۔ جبکہ بیرونی طاقتیں ریاستی انتظامیہ کو مفلوج کرنے، اہم رازوں تک رسائی حاصل کرنے اور اپنا نفوذ بڑھانے میں کامیاب رہتے ہیں۔

۵۔ معاشی بدحالی:

پچھلے چار عوامل ملک کو اقتصادی تباہی، شرح غربت میں اضافے اور جسمانی و اخلاقی امراض میں بڑھوتری کی طرف دھکیلتے ہیں (جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: قریب ہے کہ فقر کفر میں بدل جائے)۔ ایسے حالات میں جرائم میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ مایوسی کی حالت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ عوام کی یہ صورتحال خشک لکڑیوں کے ڈھیر کی مانند ہے جس سے معاشرتی بدامنی اور انقلابات کی آگ بھڑک سکتی ہے، ملک میں حیا باختگی اور منشیات کا کاروبار عروج پر پہنچ جاتا ہے۔ ایسی صورتحال میں غریب لوگ بطور سیکورٹی اہلکار اور جاسوس بھرتی کیے جاتے ہیں تاکہ عوامی انقلابی تحریک کو کچلا جا سکے، گرفتار افراد پر شدید تشدد کیا جاتا ہے۔ پس یہ اقتصادی تباہی دیگر ہر قسم کی تباہیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ ریاست اندرون ملک یا بیرون ملک کسی بھی اہم منصوبے کی تکمیل میں ناکام ٹھہرتی ہے اور چار و ناچار مزید عالمی طاقتوں کی جھولی میں جا گرتی ہے، جس سے اس کی آزادی مزید سلب ہو جاتی ہے۔ سودی قرضے بڑھتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ اصل قرضہ سے سود کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔

۶۔ ظلم و استبداد پر قائم ریاست (پولیس اسٹیٹ):

ریاستی تشدد میں اضافہ ملکی اداروں میں کرپشن، معاشرے کی فسوں حالی اور داخلی و خارجی کمزوریوں کی واضح علامت ہے۔ کمزور اور کرپٹ حکومتوں کے پاس تشدد ہی وہ واحد ہتھیار رہ جاتا ہے جس کے ذریعے وہ عوام کو اپنے سامنے جھکائے رکھے۔ پس ریاستی مشینری، سیکورٹی اور جاسوسی کے ادارے بلا جواز و بالائے قانون عوام پر ظلم و ستم ڈھانے لگتے ہیں، عوام کے اموال کو لوٹا جاتا ہے، ان کی عزت پامال ہوتی ہے، امن برباد کیا جاتا ہے اور سیکورٹی اداروں کی حیثیت عوام کے محافظین کی بجائے فاسد نظام اور کرپٹ حکمرانوں کے محافظین کی بن جاتی ہے، ایسی صورتحال میں یہ اہلکار اپنے ذاتی مفادات بھی حاصل کرتے ہیں۔ ظلم و تعدی میں یہ اضافہ عوام کو بغاوت کے قریب کر دیتا ہے۔ اور یہی ظلم و استبداد عرب ریاستوں کے عوام کی اپنے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کی وجہ بنا۔

آپ ان ریاستوں میں سیکورٹی اداروں کے زائد از ضرورت حجم سے اندازہ کر سکتے ہیں، حالانکہ داخلی یا خارجی طور پر کوئی ایسی باقاعدہ ضرورت نہیں ہوتی جس کے لیے اتنی بڑی تعداد میں اہلکار درکار ہوں۔ ایسے میں ہر فرد کی سیکورٹی اداروں کی طرف سے کڑی نگرانی کی جاتی ہے اسی کا نام "پولیس اسٹیٹ" ہے۔ امریکا ایسی ریاستوں کی پشت پناہی کرتا ہے انہیں مدد فراہم کرتا ہے اور ان کو تقویت بہم پہنچاتا ہے اور انھیں داخلی عناصر سے نبرد آزما ہونے لیے معلومات، اور تربیت فراہم کرتا ہے اور اداروں کو بظاہر امن کے نام پر نت نئے نظامی ڈھانچے کھڑے کر کے دیتا ہے۔ یہ صورتحال صرف سیکورٹی اداروں سے متعلق نہیں ہے بلکہ دفاع،

معیشت، تعلیم، میڈیا اور فنون کے شعبوں کو بھی اسی ڈگر پر چلایا جاتا ہے۔ یہ حد سے تجاوز کردہ نظام (پولیس اسٹیٹ) اپنی حقیقت میں مقبوضہ ریاست کی ہی (استعماری) نیابت ہے۔

۷۔ سیکورٹی اداروں کی تباہ حالی اور عدالتی کرپشن:

ایک پولیس سٹیٹ کے اندر سیکورٹی اداروں کے زائد از ضرورت حجم کے باوجود اختیارات سے تجاوز کی وجہ سے یہ ادارے بہت جلد ضعف اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جبکہ عوام تو پہلے ہی ان اداروں کے سامنے اپنے دفاع سے عاجز آچکے ہوتے ہیں، کجا یہ کہ وہ ان کا احتساب کریں۔ ان اداروں کے اندر طاقت کے بہت سے محور جنم لے لیتے ہیں جیسا کہ یہ جرائم پیشہ گروہوں کا کوئی اتحاد ہو جس میں ہر ذمہ دار افسر چاہے وہ چھوٹی سطح ہی کا ہو کا دائرہ کار غیر محدود ہو جاتا ہے۔ فساد کا یہ ماحول خارجی قوتوں کو تخریبی کارروائیوں کے لیے خود بخود دعوت دیتا ہے خاص طور پر جب نظام خود اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ تمام شعبوں میں دوستی اور تزویراتی نوعیت کے معاہدوں پر اتر آئے۔ پس ایسی صورتحال میں ملک کے حساس نوعیت کے ادارے بالخصوص داخلی و خارجی تحفظ کے ادارے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سیکورٹی اداروں کے ناجائز اختیارات اور فساد کا لازمی نتیجہ عدلیہ کے ادارے کے انہدام کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ عدالتی نظام کے مفلوج اور سیکورٹی اداروں کے ماتحت ہونے کی وجہ سے سیکورٹی ادارے براہ راست امن و امان کی خرابی اور ناانصافی کے ذمہ دار ٹھہرتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں عدالتیں حکومتی مشینری کے ماتحت ہونے کی وجہ سے اپنا اعتبار کھو بیٹھتی ہیں اس کے دروازے رشوت خوروں کے لیے کھلے اور فقراء کے لیے بند ہو جاتے ہیں اور عوام میں اپنے حقوق قانونی طریقے سے حاصل کرنے کی امیدیں ختم ہو جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں عوام یا تو تشدد کی راہ اپناتے ہیں یا غیر قانونی ہتھکنڈے استعمال کرنے لگتے ہیں یا پھر ملک چھوڑ کر کہیں اور نکل جاتے ہیں۔

جلتی پر تیل کا کام دینے کے لیے انتظامیہ فوجی عدالتیں کھول دیتی ہے تاکہ عوام میں سے تشدد کی راہ پر مائل ہونے والوں کو سزا دی جاسکے۔ اس طرح سیکورٹی اداروں کی وفاداریاں بھی کئی بھروں کے چکر لگاتی ہیں۔ ایک طرف داخلی و خارجی مالی قوتیں، دوسری طرف معاشرے میں موجود قوت کے مراکز اور کہیں پھر بیرونی اتحادی۔ ایسی صورتحال میں ناممکن ہے کہ معدودے چند کے سوا دینی حمیت یا وطنی محبت کے عناصر کارآمد رہ سکیں۔

۸۔ میڈیا بلیک آؤٹ:

سچ ظالموں اور غاصب قوتوں کا سب سے بڑا دشمن ہوتا ہے اس لیے یہ سچ کے نور کو بجھانے کے درپے ہوتے ہیں تاکہ ان کا من چاہا جھوٹ اور گمراہی عام ہو۔ جھوٹ ایک منفی قوت ہے جو مثبت قوت یعنی سچ کی عدم موجودگی میں ہی اپنی جگہ بنا پاتا ہے۔ اسی لیے اگر روشنی کی تھوڑی سی کرن بھی باقی ہو تو وہ ظلمتوں کو مٹانے کی سکت رکھتی ہے۔ صہیونی طاقتوں اور دنیا بھر کے ظالموں نے نشریاتی اداروں پر خصوصی توجہ دی ہے۔ تاکہ لوگوں کے قلوب و اذہان، ثقافت، خواہشات اور نظریات کو قابو کیا جاسکے اور اپنے نظریات و افکار کی ترویج کی جائے اور مغربی پیداوار کے صارفین کی تعداد بڑھائی جائے یہاں تک کہ ریاستی انتخابات اور اس سے کم تر درجے کی سرگرمیاں بھی تجارتی اشتہاروں کی صورت میں نشریات کی منڈی میں انویسٹمنٹ کی سی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔

ہر حکومت کی کوشش ہوتی ہے کہ علاقائی نشریاتی ادارے اس کے مقاصد کی خدمت کریں اور عالمی طاقتیں میڈیا کو ایسی جارح قوت گردانتی ہیں جو ان کے لیے داخلی اہداف اور خارجی مصالح کے تمام دروازے کھول دے۔ جبکہ امریکا میڈیا کو تو اپنی چالبازی کی جنگ کا بنیادی ستون سمجھتا ہے، بلکہ جنگ میں اس کا کردار تو سب سے بڑھ کر رہا ہے۔

میڈیا تہذیبوں، نظریات، سیاسی مقاصد حتی کہ ادیان کی جنگ کا بھی ایک مسلسل میدان ہے۔ عالمی طاقتوں کے سامنے ڈھیر ناکام ریاستوں کا میڈیا استعماری طاقتوں ہی کی زبان بولتا ہے۔ میڈیا کے اہم ترین کاموں میں جھوٹ کو پھیلانا، جہالت و تعصب کو عام کرنا، حقائق کو بدلنا، جھوٹ کو سچ ثابت کرنا، مجاہدین کو دہشت گرد ثابت کرنا، جمہوریت کو واحد کامیاب نظام کے طور پر پیش کرنا، اسلام کو بوسیدہ نظام ثابت کرنا، اللہ تعالیٰ سے لوگوں کو دور کرنا اور ڈالر و دینار کو لوگوں کا معبود بنانا، بھائی کو دشمن ثابت کرنا اور دشمن کو گرمجوش دوست۔۔۔ اور اسی طرح کے دیگر مقاصد شامل ہیں۔ یہ میڈیا دراصل باطل کی تشہیر اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو دور رکھنے کا میڈیا ہے۔ عالمی استعمار اور جابر حکومتیں میڈیا کے ذریعہ صرف بے وقعت امور اور حقائق اور اصل منزل سے نظریں ہٹانے والے گھٹیا موضوعات ہی زیر بحث لاتی ہیں جبکہ واقعات کی درست نوعیت پر حتی الامکان پردہ ڈالا جاتا ہے۔

نوٹ:

یہ وہ عمومی وجوہات تھیں جو ایک ریاست کو ناکامی کی طرف گھسیٹتی ہیں۔ اکثر ریاستیں شدت میں کمی بیشی کے ساتھ ان غلطیوں سے دوچار ہوتی ہیں۔ اور عین ممکن ہے کہ ان حالات پر قابو پالیا جائے اور ملک کو بکھرنے سے بچایا جاسکے اگر یہ نقائص دیوار پر پڑی چھوٹی سی دراڑ کی مانند بھی ہوں تو عالمی استعماری طاقتیں جنہوں نے "تناقضات کو ہوا دینے کی انجینئرنگ" میں مہارت حاصل کر رکھی ہے، ان کمزور نقاط پر اس قدر دباؤ ڈالتی ہیں کہ اگر مضبوط اور باخبر قیادت موجود نہ ہو تو صورتحال نقطہ انفجار تک جا پہنچتی ہے۔

امریکی استعمار کے پاس چھوٹی ریاستوں میں پھوٹ ڈالنے کا بیش بہا تجربہ ہے، یہاں تک کہ معمولی تنازعات سے بھی بھرپور فائدہ اٹھانے کی صلاحیت رکھتا ہے،

بقیہ صفحہ نمبر 30 پر ملاحظہ فرمالیں۔

امریکہ افغان جنگ، اسٹریٹجک بحران

تحریر: عبدالروف حکمت

کامیابی کا جھوٹا دعوی:

امریکہ نے بارہ برس قبل افغانستان پر چڑھائی کی، ان کا خیال تھا کہ بہت جلد اس ملک کو اپنے مکمل کنٹرول میں لاکر اپنی مرضی کا نظام نافذ کریں گے اور یہاں فوجی اڈے بھی قائم کریں گے، جب امریکی یلغار کے دوران مجاہدین نے مزاحمتی تحریک کو گوریلا شکل دیکر جنگی حکمت عملی تبدیل کی تو امریکہ نے اپنی کامیابی کو یقینی سمجھا اور امریکی وزیر دفاع ڈونالڈ رمسفیلڈ نے افغان جنگ کے خاتمے کا اعلان کیا۔ پہلے دو، تین سال امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو یقین تھا کہ افغانستان کا معاملہ حل ہوا اس لئے عراق پر لشکر کشی کی، ذرائع ابلاغ نے بھی اس وقت امریکہ کی تائید کرتے ہوئے افغانستان میں مسلح مزاحمت کے خاتمے کی تصویریں شائع کیں۔ ان کا خیال تھا کہ طالبان کی مزاحمت ختم ہوئی اور افغان عوام بھی جنگ سے تھک گئے، مصالحت کے نام پر طالبان کی مزاحمت کو کچلنے کے لئے لویہ جرگہ طلب کیا اور طالبان سے مزاحمت ترک کرنے کا مطالبہ کیا تاہم امریکیوں کے اس مطالبے کا پکتیکا کے ایک معروف شاعر شہید ملا نوراللہ درویش نے یوں جواب دیا:

بس کرو کی بات مت کرو، کس نے کہا کہ جنگ ختم ہوئی
ہم نے ابھی تک شروع نہیں کیا، ابھی جنگ کا آغاز ہوگا

مزاحمت کی ابتداء:

جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو اس کے خلاف ملک کے طول وعرض میں مسلح مزاحمت شروع ہوئی تاہم ابتدائی دو، تین برسوں میں جہادی کاروائیاں کسی حد تک خفیہ، کیت کے لحاظ سے کم اور غیر موثر تھیں لیکن افغانیوں کی ایک روایت یہ ہے کہ وہ آہستہ آہستہ غیر ملکی دشمن کے خلاف میدان کارزار گرم کرتے ہیں۔ امریکہ کے خلاف بھی افغان عوام کی مزاحمت میں بتدریج اضافہ ہوا، 2005 اور 2006ء میں ملک کے بیشتر علاقوں میں مزاحمت میں تیزی آئی اور ملک کے کونے کونے تک مسلح مزاحمت پھیل گئی جس کے نتیجے میں جنوبی، مرکزی، مشرقی اور شمالی صوبوں کے بیشتر علاقوں پر طالبان نے اپنا کنٹرول سنبھال لیا۔ جہادی کارروائیوں میں تیزی آنے کے بعد غیر ملکیوں اور افغان فورسز کے اختیارات محض شہروں اور شاہراہوں تک محدود ہوئے، جنگی حکمت عملی تبدیل ہوئی اور امریکہ اور اس کے اتحادی افواج اپنے فوجی اڈوں میں محصور ہوگئے اور اقدامی جنگ سے دفاعی جنگ کی طرف چلے گئے، جہادی کارروائیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا حتی کہ امریکہ نے خطرہ محسوس کیا کہ اگر مزاحمت اسی تیزی کے ساتھ پھیلتی گئی تو مرکزی علاقوں اور شہروں پر بھی طالبان کنٹرول سنبھال لیں گے، اس دوران مجاہدین کے خلاف امریکہ اور اس کے اتحادیوں اور افغان فورسز کے فوجی آپریشنز بھی ناکام ہوئے، کیونکہ شورش زدہ علاقوں میں فوجیوں کو تعینات کرنے کے لئے امریکہ کے پاس فوجیوں کی کمی تھی اس لئے طالبان نے ان علاقوں پر اپنا کنٹرول برقرار رکھا۔

فوجیوں کی تعداد میں اضافے کی حکمت عملی:

2009ء میں امریکی صدارتی انتخابات میں اوباما نے اس منشور کے تحت کامیابی حاصل کی کہ وہ صدر بن کر افغانستان میں موجود امریکی فوجیوں کی بری حالت اور شکست میں بدلنے والی فضا کو سدھارنے پر خصوصی توجہ مرکوز کریں گے اسی لئے کامیابی کے بعد افغان مسئلہ کو ترجیحات میں شامل کیا، فوجی پالیسی سازاداروں نے اوباما کو مشورہ دیا کہ اضافی فوجی دستوں کو افغانستان بھجوا کر طالبان کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے اور جاری مزاحمت کو کچلنے میں مدد دے سکتا ہے، پالیسی کی منظوری کے بعد سٹینلی مک کرسٹل کو اضافی فوجیوں کا سربراہ تعینات کیا، نئی جنگی پالیسی کے تحت ہزاروں فوجیوں کو افغانستان بھجوانے کا فیصلہ کیا گیا تاکہ دیہاتی علاقوں میں طالبان کی مزاحمت ختم کرنے کے بعد وہاں مورچے قائم کریں۔ طالبان نے نئی امریکی پالیسی کو مسترد کرتے ہوئے واضح کیا کہ اس اقدام سے امریکی فوجیوں کی ہلاکتیں بڑھ جائیں گی اور خون خرابہ میں مزید اضافہ ہوگا۔ اور ہوا بھی اسی طرح۔

2009 سے 2011 کے اختتام تک کے دوران اضافی فوجیوں کو افغانستان میں تعینات کرنے کی امریکی پالیسی پر عمل درآمد کیا گیا لیکن اس عرصے میں امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں میں ریکارڈ اضافہ ہوا اور جنگی اخراجات نے امریکہ کو مفلوج اور اندر سے کھوکھلا کر دیا اور معاشی میدان میں تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد افغانستان میں امریکی فوجیوں کے نئے سربراہ جنرل ڈیوڈ پیٹریاس اس نتیجے پر پہنچا کہ فوجیوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی پالیسی ناکام رہی امریکی فوجی اہلکار شکست سے دوچار ہیں۔ اس وقت امریکہ افغانستان میں ایک ایسی صورتحال سے دوچار ہے جس طرح 1973ء میں ویتنام میں شدید مشکلات کا سامنا تھا۔ اضافی فوجیوں کی تعیناتی کی پالیسی ناکام ہونے کے بعد امریکی

پالیسازاداروں نے نئی پالیسی پر غور شروع کیا اور اس کو افغان جنگ پالیسی کا نام دیا۔

جنگ میں افغانوں کودھکیلنا:

جب ویتنام میں امریکی فوجیوں کو شکست ہو رہی تھی اور ان کی پالیسیاں وہاں ناکام ثابت ہوئیں تو انہوں نے اپنی پالیسی تبدیل کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ اس جنگ میں امریکیوں کے لئے فتح ممکن نہیں اس لئے ضروری ہے کہ جنگ میں ویت کنگ کو دھکیل کر امریکی افواج کو ویتنام سے نکال دیں تاکہ شکست کا دھبہ ان پر نہ لگیں، 1973ء میں امریکیوں نے جنگ میں ویت کنگ کو استعمال کرنے کی پالیسی پر عملدرآمد شروع کیا انہوں نے جنوبی ویتنام میں اپنے کارندوں اور کرایہ دار فوجیوں کو مسلح کر کے تعینات کیا۔

افغانستان میں بھی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو بدترین شکست کا سامنا ہے، روزانہ جانی و مالی نقصان سے دوچار ہو رہے ہیں، طالبان کی مزاحمت میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے، امریکیوں نے اپنی ناکام پالیسی پر نظرثانی کرتے ہوئے ویتنام کا تجربہ یہاں دہرانے کا فیصلہ کیا، 2011ء میں انہوں نے قومی ملیشیا اہلکاروں کی تربیت پر توجہ مرکوز کردی، گزشتہ چند برسوں میں امریکہ نے تقریباً3لاکھ نیشنل آرمی، پولیس اور قومی ملیشیا کے اہلکاروں کو تربیت دی تاکہ امریکی انخلاء کے بعد وہ جنگ کو دوام بخشیں۔ اس سلسلے میں امریکی فوجی ان علاقوں سے انخلاء کر چکے ہیں جہاں مزاحمت کمزور ہے اور ان علاقوں سے بھی انخلاء کی تیاری کر رہے ہیں جہاں مزاحمت عروج پر ہے۔ نئے امریکی کمانڈر جنرل جوزف ڈانفورڈ نے کہا کہ آئندہ سال افغان فورسز کے لئے امتحان کا ہے، امریکیوں نے جنگ میں افغانیوں کو استعمال کرنے کا نام انتقال اقتدار رکھا جو تاحال مکمل نہیں ہوا اور صرف چند علاقوں میں اس پر عمل درآمد ہوا ہے لیکن یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ان کی یہ پالیسی بھی ناکام ہو رہی ہے۔

امریکی پالیسی کی شکست:

شمالی افغانستان میں بادغیس وہ صوبہ ہے جہاں جہادی سرگرمیاں عروج پر ہیں، 2002ء میں غیر ملکی فوجی اہلکار صوبے کے دارالحکومت قلعہ نو میں تعینات ہوئے، 2007ء میں صوبے کے طول و عرض میں جہادی کارروائیاں پوری قوت سے شروع ہوئیں یہاں تک کہ بہت سے علاقوں پر طالبان نے کنٹرول سنبھال لیا، 2010ء میں امریکہ مزید فوجیوں کو بادغیس بھیجنے پر مجبور ہوا اور صوبے کے مرکز کے علاوہ دور دراز اضلاع بالامرغاب، قادس، مقر، درہ بم اور غورماچ میں فوجی اڈے قائم کر کے فوجیوں کو تعینات کیا لیکن جلد ہی انہیں طالبان کے تابڑتوڑ حملوں کا سامنا کرنا پڑا اس لئے انہوں نے قومی ملیشیا اور محلی پولیس کی تشکیل کا فیصلہ کیا تاکہ امریکی فوجیوں کے نکلنے کے بعد وہ ان علاقوں کے سیکورٹی انتظامات سنبھال لیں، 2012ء میں صوبے سے امریکی فوجیوں نے انخلاء شروع کیا اور سال کے آخر تک ان تمام علاقوں میں جہاں سے امریکی فوجی نکل چکے تھے سینکڑوں محلی پولیس اور قومی ملیشیا اہلکار اسلحہ اور دیگر وسائل سمیت مجاہدین سے آملے۔ مرکز کے علاوہ تمام علاقوں پر مجاہدین نے دوبارہ اپنا کنٹرول حاصل کرلیا۔

یہ صرف بادغیس میں نہیں بلکہ فاریاب، فراہ، غور، سرپل، لوگر، وردگ، پکتیا اور دیگر صوبوں میں بھی جہاں سے امریکی فوجیوں نے راہ فرار اختیار کی وہاں طالبان مجاہدین نے دوبارہ اپنا کنٹرول سنبھال لیا اور اسلام کے عادلانہ نظام کا پرچم لہرا کر فتح کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

امریکہ کی یہ پالیسی ناکام ثابت ہوئی کہ جن علاقوں سے امریکی فوجی اہلکار نکل جائیں وہاں مقامی لوگوں کے ہاتھوں اسلحہ تھما کر انہیں سیکورٹی کی ذمہ داریاں سونپ دیں، اب تک جو مشاہدہ ہوا ہے امریکی فوجیوں کی شکست اور فرار کے بعد پولیس اور قومی ملیشیا اہلکار سرنڈر ہو رہے ہیں اور طالبان کی دعوت وارشاد کمیشن کے ذریعے انہیں عام معافی کا اعلان کر دیا جاتا ہے جس سے پچھلے چند ہفتوں میں ننگرہار، فاریاب، لغمان، پکتیکا، فراہ، ہلمند، روزگان اور دیگر علاقوں میں سینکڑوں قومی ملیشیا اور پولیس اہلکار اسلحہ سمیت مجاہدین سے آملے اور بعض ہیں وہ امریکی فوجیوں کے بعد جنگ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

پچھلے چند مہینوں میں بدخشان، فاریاب، جوزجان، غزنی، ہلمند، قندوز، اور دوسرے علاقوں میں افغان فورسز بھاری نقصان سے دوچار ہوئے، مختلف علاقے طالبان کے زیر کنٹرول آئے اور مجاہدین نے پیش قدمی کی جس سے ثابت ہوا کہ امریکہ کے نمک خور افغان فورسز میں طالبان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں۔

حالیہ تحقیقات نے ثابت کیا کہ افغان فوج سے ایک بڑی تعداد نے راہ فرار اختیار کی اور کر رہی ہے ادھر ان کے ساتھ یہ احساس بھی پیدا ہو رہا ہے کہ وہ کن لوگوں اور ان کے مفادات کی تحفظ کے لئے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال رہے ہیں، مقامی لوگوں کو مسلح کرنے کی امریکی پالیسی بھی بری طرح ناکام ثابت ہوئی، ظلم، وحشت، سربریت، ذاتی انتقام، چوری، ڈکیتی اور دیگر جرائم کے باعث قومی ملیشیا اور محلی پولیس اہلکار عوام کی نفرت اور انتقام کا سامنا کرنا پڑا ہے، حال ہی میں پکتیا میں بدنام زمانہ ڈاکو نے جس کو امریکیوں نے قومی ملیشیا کا سربراہ مقرر کیا تھا، ساری رقم لیکر فرار ہوا، اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہ لوگ امریکہ کے وفادار نہیں بلکہ ان کا ہدف پیسہ ہے، طالبان کی جانب سے غزنی میں قومی ملیشیا اہلکاروں کا قتل عام اور فاریاب کے بہت سارے علاقوں پر طالبان کے کنٹرول نے ثابت کیا کہ امریکہ کی تربیت یافتہ ایجنٹوں میں سیکورٹی انتظامات سنبھالنے اور مقابلے کی صلاحیت نہیں۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ امریکہ کی یہ پالیسی اور طویل عرصے تک قیام کا تصور محض خام خیالی ہے اور عنقریب ویتنام کی طرح افغانستان میں بھی امریکہ کے تربیت یافتہ تنخواہ دار اہلکاروں کی شکست یقینی ہو جائیگی۔ انشاء اللہ تعالی

***

اسلام اور کنزیومرزم

عبدالقادر سیف

خیر وشر، نیکی وبدی، حق وباطل کی کشمکش روزِ اول سے جاری ہے، اس کشمکش میں داعیانِ حق اور داعیانِ باطل ایک دوسرے کو شکست دینے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں لیکن خالقِ کائنات کی منشاء یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان میں سے کسی کو دائمی فتح یا دائمی شکست نہ ہو، جیسا کہ قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ میں اسی کی طرف اشارہ ملتا ہے: وتلک الایام نداولھا بین الناس

حق وباطل کا یہ تصادم تخلیقِ آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے جاری رہا یہاں تک کہ ہمارے پیارے آقا ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ ﷺ حق کے سب سے عظیم علمبردار ہوئے اور اپنی پوری زندگی اس کی سربلندی اور باطل کی سرکوبی میں صرف فرمائی۔ آقائے نامدار ﷺ کے بعد ان کے متبعین اور پیروکار بھی ہمیشہ باطل کے ساتھ نبرد آزما رہے اور معرکۂ خیر وشر چلتے چلتے ایک ایسے عہد میں داخل ہوا جب داعیانِ شر پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ نبی آخر الزماں ﷺ کے پیروکاروں پر مکمل غلبہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انہیں ان کے دین کی بنیادی تعلیمات سے غافل کر کے ان کے قلب وفکر پر غلبہ نہ حاصل کر لیا جائے۔

پس انہوں نے منصوبہ بندی کے ساتھ اس پر کام شروع کر دیا اور اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان ایک نئی جنگ شروع ہوگئی جسے فکری جنگ کہا جاتا ہے۔ اس فکری جنگ میں باطل نے حق پر ہر وہ ہتھیار آزمایا جو انہیں ان کی دینی تعلیمات سے دور کر دے۔ انہی ہتھیاروں میں سے ایک "کنزیومرزم یا صارفیت" بھی ہے۔

اگر آسان الفاظ میں "صارفیت" کا مفہوم بیان کیا جائے تو یہ صارف کو زیادہ سے زیادہ چیزوں کی طرف راغب کرنے کا نام ہے، یا یہ کہ "صارفیت" ایک نظریہ ہے جس کے مدعیوں کا یہ کہنا ہے کہ معاشی ترقی کے لئے اشیائے صرف کی بھرمار لازمی اور بے حد ضروری ہے۔ اس نظریے کی بنیاد چونکہ اشیائے صرف اور اشیائے تعیش کے اضافے پر ہے جو کہ عموماً بغیر مال ودولت کی ریل پیل کے ممکن نہیں، اس لئے اس کا خلاصہ یہ بھی نکالا جاسکتا ہے کہ "زیادہ دولت زیادہ خوشیاں"۔

اس نظریے کو یورپ کے صنعتی انقلاب کی بدولت بھرپور ترقی ملی ہے، وہ صنعتی انقلاب جس کے نتیجے میں ہر طرف مصنوعات ہی مصنوعات سجی ہوئی ہیں، کہیں مصنوعات کی تشہیر، کہیں ان کی تیاری، کہیں ان کی تقسیم تو کہیں ان میں مقابلہ ومسابقہ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کا سب سے اہم مقصد زیادہ سے زیادہ مصنوعات تک رسائی ہے اور زندگی کا تمام ترچین وسکون مصنوعات کی کثرت میں پنہاں ہے۔ شاپنگ مالز، ڈپارٹمنٹل اسٹورز، سپر مارکیٹس اور شورومز مصنوعات سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں موجود مصنوعات کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے تو بمشکل دس پندرہ فیصد ہی ایسی نکلیں گی جو ایک انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہوں، بقیہ کا تعلق پرتعیش اشیاء اور لگژریز سے ہوگا۔ مہنگے ترین لباس، میک اپ کا سامان، عمارتوں کی آرائش ونمائش کی مصنوعات، گراں قیمت کاریں، ان میں سے کچھ بھی تو انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل نہیں۔ اسی طرح مہنگے ترین کھانوں کے مراکز میکڈونلڈ، کے ایف سی اور پیزا ہٹ وغیرہ ہیں۔

غرض ایک سے بڑھ کر ایک مہنگی شے کثیر مقدار میں دستیاب ہے اور ان کو حاصل کرنے کی فکر میں بنیادی ضروریات تک کو ثانوی حیثیت دی جانے لگی ہے۔ ان آسائشات کے لئے قرض لیے جانے لگے ہیں اور انہیں اتارنے کے لئے بے پناہ کام اور محنت کرنے کے نتیجے میں معاشرتی تعلقات میں بگاڑ کے علاوہ ملی خدمات کا ذوق وشوق ماند پڑتا جارہا ہے۔ لوگ فیشن بدلنے پر پرانی چیزوں کو ضائع کر کے نئی چیزیں خریدنے کے عادی بنتے جارہے ہیں اور اکثر یہ چیزیں انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہی نہیں ہوتیں، اشیاء کی طلب میں اضافے نے ان کی قیمتوں میں بھی اضافہ کر دیا ہے۔

پرتعیش مصنوعات کی باسہولت دستیابی بذاتِ خود ان کی بڑی تشہیر ہے لیکن اس کے باوجود ان کی باقاعدہ تشہیر کے لئے کروڑوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں اور صارف کو ان اشیاء کی طرف راغب کرنے کے لئے تشہیری مہم میں ہر جائز وناجائز ذریعے کا استعمال بالکل عام ہے۔ چونکہ اس تشہیری مہم میں عموماً انتہائی مالدار طبقے کے اندازِ زندگی کو دکھلایا جاتا ہے اس لئے اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ غریب، امیر بننے اور امیر اور زیادہ امیر بننے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ صارفیت کے شکار لوگ اپنے پیٹ اور اپنے اسٹیٹس میں ایسے مگن ہوتے ہیں کہ انہیں قریب رہنے والے مسلمان کی بھوک وپیاس تک کی فکر نہیں ہوتی۔

مذکورہ بالا سطور میں صارفیت کے جو اوصاف ونتائج ذکر کیے گئے ہیں ان کی روشنی میں یہ بات بآسانی کہی جاسکتی ہے کہ یہ سراسر ایک فتنہ ہے اور اس

سے متاثر مسلمان اپنے دین کی بنیادی تعلیمات سے دور ہے۔ صارفیت کی بنیاد زیادہ سے زیادہ پر تعیش اشیاء کے حصول پر ہے جبکہ دینِ اسلام بقدر ضرورت اشیاء پر اکتفاء کی تعلیم دیتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں جس شخص کی صبح اس حالت میں ہو کہ اسے امن میسر ہو، جسم ٹھیک ٹھاک ہو اور اس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو تو گویا اس کو دنیا اپنے سارے ساز وسامان کے ساتھ حاصل ہے۔

صارفیت زیادہ سے زیادہ مصنوعات کے حصول کے لئے زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے پر ابھارتی ہے جبکہ پیغمبر اسلام ﷺ کے نزدیک اس امت کے لئے مال سب سے بڑا فتنہ ہے۔

صارفیت غریب کو امیر کی نقالی کی دعوت دیتی ہے اور اسے بڑا عہدہ اور بڑے عہدے والے کے اطوار وانداز اختیار کراتی ہے جبکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق جس طرح دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ کو برباد کردیتے ہیں اسی طرح حبِ مال اور حبِ جاہ ایمان کو برباد کردیتے ہیں۔ اور مال ودولت میں مقابلے کی مذمت کو قرآن کریم کی ایک پوری سورت میں بیان کیا گیا ہے جس کا نام سورۃ التکاثر ہے۔

صارفیت انسان کو خود غرض بناتی ہے جبکہ اسلام ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے جو دوسروں کی فکر کرتے ہیں اور ان کا خیال رکھتے ہیں اور جن کے مال میں قرآن کریم کے مطابق مانگنے والوں کے لئے بھی حصہ ہوتا ہے اور نہ مانگنے والوں کے لئے بھی حصہ ہوتا ہے۔

صارفیت کا دلدادہ نت نئے ملبوسات اور بے ضرورت اشیاء کی فکر میں لگا رہتا ہے جبکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق دنیا میں ایک مسافر کی سی زندگی گزارنی چاہیے۔ اسلام میں بلاضرورت یا ضرورت سے زائد خرچ کرنے والوں کو شیطان کے بھائی قرار دیا جاتا ہے۔ صارفیت انسان کو حد سے زیادہ فضول خرچ بناتی ہے جبکہ قرآن کریم میں فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ صارفیت نے ایک مسلمان کو آسائشات کا ایسا خوگر اور عادی بنادیا ہے کہ اب وہ کسی ادنیٰ تکلیف کے لئے بھی تیار نہیں، نتیجہ یہ ہے کہ جہاد جو کہ اسلام کی چوٹی اور اس کی شان ہے اس سے کوسوں دور بھاگتا ہے کیونکہ جہاد میں بھی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کے لئے ایک تن آسانیاں ڈھونڈنے والا شخص کبھی راضی نہیں ہوسکتا۔ پس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بحیثیتِ امتِ مسلمہ اس فتنے کو سمجھیں اور اس سے بچاؤ کے لئے اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقفیت حاصل کریں اور ان پر عمل کریں۔

❀ ❀ ❀

بقیہ از: اقوام عالم پر امریکی جارحیت کے مختلف پہلو

اسی طرح اس میں یہ بھی صلاحیت موجود ہے کہ عوامی مزاحمتی تحریکوں کو اپنے مقاصد میں استعمال کرلے۔ اگر عوامی انقلابات امریکی اشاروں اور منصوبے کے بغیر ہی شروع ہوجائیں اور عوام خود ہی سے تحریک کی باگیں سنبھال لیں اور یہ امریکی مفادات سے متصادم ہو تو امریکی مختلف طریقوں سے اس تحریک کو اغوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس قدر ممکن ہوسکے اس قدر اس سے اپنا فائدہ برآمد کرتے ہیں۔ یہ وہی صورتحال ہے جس کا جدید عوامی بغاوت کو سامنا ہے اس تحریک کے داخلی دشمن وہ فطری حریف ہیں جو پرانی حکومتوں میں استعماری طاقتوں کے ایجنٹ تھے اور انہی کے خلاف عوامی بغاوت قائم ہوئی اور نظام، امن اور دفاع کی باگ دوڑان سے چھین کر عوامی قوتوں کے ہاتھ میں آئی۔

استعماری طاقتوں سے ٹکراؤ وہ بنیادی فرق ہے جو حقیقی انقلابات اور فرضی انقلابات کو جدا جدا کرتا ہے۔ کیونکہ حقیقی انقلاب کا مطلب تمام ملکی امور معیشت، تعلیم، ثقافت، امن اور دفاع میں ایک مضبوط اور مستقل تبدیلی ہے اور اسی طرح خارجی دنیا کے ساتھ بھی برابری اور عدل کی بنیاد پر تعلقات کا مستقل قیام، اسی طرح معاشی اور سیاسی میدان میں نئی منزل کی طرف سفر کے لیے نئے حلیف اور دوست تلاش کرنا۔ کیونکہ ملکوں کے درمیان تعلقات احترام باہمی، عدل، تعاون اور عوامی منافع کی بنیاد پر استوار ہوتے ہیں۔ جہاں تک اختلافات، نظریات اور ثقافتی فرق کا تعلق ہے تو انہیں ان تعلقات میں ایک طرف رکھ دیا جاتا ہے یا ایک ایسا پرسکون اور دباؤ سے آزاد ماحول فراہم کیا جاتا ہے جس میں فریقین کو اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔ کیونکہ عقائد کا فروغ قناعت اور رضا سے ہوتا ہے نا کہ تشدد اور جبر سے۔ ضمیر کا میدان اختیاری میدان ہے جس میں جبر کام نہیں آتا۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔

● ● ●

دوست اللہ کو بناؤ اور تمام لوگوں کو کنارے کردو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک میرے اوپر لوگوں میں اپنی رفاقت اور مال میں سب سے زیادہ احسان ابو بکر کا ہے...

اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی اور کو دوست بناتا تو ابو بکر کو بناتا، لیکن ان کے ساتھ اسلامی اخوت ومحبت کا تعلق ہے...

مسجد میں ہر دروازہ بند کردیا جائے سوائے ابو بکر کے دروازے کے۔"

(صحیح بخاری، کتاب المناقب۔ حدیث:3654)

اللہ طالبان کے ساتھ ہے

ابن الشرف

عراق پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی تیاری کا الزام لگا کر اسے تباہ و برباد کرنے والے امن کے عالمی ٹھیکیدار امریکہ نے جدید صلیبی جنگ کی ابتداء کرتے ہوئے جب افغانستان پر حملہ کیا تو اس نے اکتوبر 2001 سے مارچ 2002ء تک صرف چھ مہینوں کے اندر افغانستان کی غیور مسلم عوام پر تقریباً 1228 کلسٹر بم برسائے، جو 248056 چھوٹے بموں کا مجموعہ تھے، امریکہ نے ابتدائی طور پر طالبان پر دو قسم کے حملے کیے تھے، جن میں پہلی قسم CBU-87 تھی، اسلحہ کی یہ وہ قسم تھی جس کے ذریعے نیٹو نے یوگوسلاویہ اور جنگ خلیج میں بے پناہ تباہی مچائی تھی، اور دوسری قسم CBU-99، CBU-103 نیوی اور CBU-100s اور JSOW پر مشتمل تھی، ان تمام خطرناک ترین اور بین الاقوامی طور پر ممنوعہ ہتھیاروں کے افغانستان میں طالبان پر بے دریغ اور بے تحاشہ استعمال سے یہ بات مکمل کر واضح ہوتی ہے کہ افغانستان پر مسلط کردہ جنگ دہشت گردی کے خلاف عالمی امن کی حفاظت کے لیے نہیں تھی اور نہ اب ہے، بلکہ افغانستان پر جارحانہ حملہ ایک نئی صلیبی جنگ تھی جو صرف اور صرف اسلام اور مسلمانان افغانستان کو تباہ و برباد کرنے اور دنیا کے سامنے نشان عبرت بنانے کے لیے تھی، تاکہ وہ تمام ایسے مسلمانوں کے لیے نشان عبرت بن جائے، جو احیائے خلافت اور غلبہ اسلام کی تڑپ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اور اس کے لیے جدوجہد کرنے اور میدان عمل میں کودنے کی تمنا رکھتے ہیں، ورگرنہ کون نہیں جانتا کہ طالبان کے پاس کیا تھا، ان کے پاس نہ جدید قسم کی ٹیکنالوجی تھی نہ ہی وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار اور نہ ہی طالبان کے پاس ملک کے طول و عرض میں وسیع عسکری ذرائع اور چھاؤنیاں تھیں کہ جنہیں تباہ کرنے کے لیے امریکہ کو اس قدر مہلک ہتھیار اور ایٹمی ٹیکنالوجی استعمال کرنا پڑی، اس ساری جارحیت اور درندگی کا مقصد بزور قوت طالبان کو جھکنے پر مجبور کرنا تھا وگرنہ اس قسم کے حملوں اور درندگی کا کوئی جواز نہیں تھا۔

2002ء میں انسانی حقوق کی ایک تنظیم نے افغانستان میں اپنے 25 روزہ تحقیقاتی دورے کے بعد اس بات کے بے شمار ثبوت دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں کہ افغانستان میں امریکہ نے بے دریغ کلسٹر بم استعمال کیے ہیں، متذکرہ تنظیم نے اپنی رپورٹ میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ افغانستان میں برسائے گئے کلسٹر بموں میں سے جو بم پھٹ نہ سکے ان سے اب تک بھی عام شہری ہلاک ہو رہے ہیں، انسانی حقوق کی تنظیموں کی طرف سے کئے گئے ان انکشافات کہ امریکہ افغانستان میں افزودہ یورینیم والے ایٹمی ہتھیار استعمال کر رہا ہے کی امریکہ نے کبھی بھی تردید نہیں کی۔

بین الاقوامی سائنسی تحقیقاتی اداروں نے افغانستان کے بارے میں جو مصدقہ رپورٹیں مرتب کیں ان کے مطابق کم از کم 500،600 ٹن ایٹمی مواد پورے افغانستان پر استعمال کیا گیا، جن جگہوں پر امریکہ نے سب سے زیادہ ایٹمی حملے کیے ان میں تورابورا، شاہی کوٹ، قندوز، جلال آباد، مزار شریف، خوست، باگرام، اطراف کابل اور پکتیا وغیرہ خصوصاً قابل ذکر ہیں، سوچنے اور فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا افغانستان میں ایسے اہداف موجود ہیں جن پر ممنوعہ مواد سے گولہ باری کرنا امریکہ کی مجبوری تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ افغانستان میں نہ تو ایسے اہداف موجود تھے اور نہ ہی طالبان کے پاس ایسے ہتھیار تھے کہ جن کا توڑ صرف اور صرف ایٹمی ہتھیار ہی ہوتے۔

سابق امریکی صدر بش نے افغانستان پر حملہ آور ہونے سے پہلے پوری دنیا کے سامنے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ افغانستان پر حملہ کر کے جدید صلیبی جنگ کی ابتداء کر رہا ہے، چنانچہ صلیبیوں نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقوں پر چلتے ہوئے افغانستان کے مسلمانوں کی نسل کشی کے لیے بے محابا اور اندھا دھند ممنوعہ اسلحہ بارود استعمال کیا، طالبان کو شکست دینے اور افغان مسلمانوں کو نشان عبرت بنانے کے لیے صلیبیوں نے ہر وہ حربہ استعمال کیا جسے سن کر ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور کلیجے منہ کو آنے لگتے ہیں، امریکہ نے افغانستان میں ایسے ڈیزی کٹر بم استعمال کیے ہیں۔ ایک ڈیزی کٹر بم کے پھٹنے سے تقریباً ۳ میل تک تباہی مچتی ہے اور جہاں یہ بم گرتا ہے وہاں ایک آتش فشانی گڑھا بن جاتا ہے، یہ بم ایک بڑے ائیر کرافٹ جہاز کے ذریعے گرایا جاتا ہے، اس کے گرنے سے ایلومینیم ڈسٹ، المونیم ٹائٹریٹ اور پولیسٹرین سلری پر مشتمل آمیزے والا بادل بن جاتا ہے جو ڈیٹونیٹر کے سلگنے سے آناً فاناً پھٹ جاتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک خطرناک آتشیں طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور یہ آتشیں طوفان فٹ بال کے میدانوں جتنے رقبے کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے، علاوہ ازیں اس انفجار سے آکسیجن ختم ہو جاتی ہے۔ shock wave [صدمہ بردار ہے] vecum pressure [خلائی دباؤ] پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ اس کی رینج میں آنے والے انسانوں کے اندرونی اعضاء، معدہ، گردے اور انتڑیاں وغیرہ تباہ ہو جاتے ہیں۔

امریکہ ان تمام ظالمانہ حربوں کے ذریعہ طالبان اور افغان عوام کو نیست و نابود کرنا چاہتا تھا، امریکہ کی ظالمانہ جارحیت اور طالبان اور افغان عوام پر بے تحاشا ممنوعہ اسلحہ کے استعمال کو دیکھ کر دنیا سوچ رہی تھی کہ اب طالبان اور افغانستان کے غیور عوام قصہ ماضی بن جائیں گے، امریکہ کا بھی یہ دعویٰ تھا کہ وہ چند ہفتوں کے اندر طالبان کو فنا کر کے رکھ دیں گے۔ لیکن آج گیارہ سال ہو گئے افغانستان میں آج کا منظر نامہ نوشتہ دیوار بن چکا ہے،، جس پر تباہی، بربادی، شکست، ہزیمت، نامرادی لکھا صاف نظر آ رہا ہے، امریکہ آج اپنی تباہی و بربادی کے مناظر افغانستان میں دیکھ رہا ہے، آج امریکی کافر یہ کہنے پر مجبور ہو چکے ہیں کہ اللہ طالبان کے ساتھ ہے، یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں ہی کی مدد کرتا ہے، اللہ والوں کی قربانیاں، دین اسلام کے غلبہ کی تڑپ، اللہ عزوجل کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو دور جدید کی اس ٹیکنالوجی کا مقابلہ کرنا جو امریکہ افغانستان میں لایا تھا ناممکن تھا۔ آج وقت کا ابرہہ اللہ کی ابابیلوں یعنی طالبان کے ہاتھوں شکست و ریخت کا شکار ہو کر بھاگنے کے راستے تلاش کر رہا ہے۔

{اپریل 2013}
جنگی جرائم

تحریر: سید سعید

2، اپریل 2013 کو صوبہ روزگان کے ضلع دہراود کے علاقے باز گیر میں اتحادی فوجی چھاپے کے دوران دوافراد کو حراست میں لیکر اپنے ساتھ لے گئے۔

4، اپریل کو صوبہ کاپیسا ضلع تگاب کے بدراب علاقے میں افغان اور غیر ملکی فوجی مشترکہ فوجی آپریشن میں 50 شہریوں کو گرفتار کرکے ساتھ لے گئے

4، اپریل کو قابض فوجیوں نے صوبہ میدان وردگ ضلع سید آباد کے ہفت اسیا کے علاقے میں چھاپے کے دوران چارافراد کو گرفتار کرلیا۔

5، اپریل کو درندہ صفت اتحادی فوجیوں نے صوبہ کنڑ کے شیگل ضلع کے سلتن وادی میں شدید بمباری کی جس کے نتیجے میں 22 نہتے افراد جن میں خواتین، بچے اور بوڑھے بھی شامل تھے شہید ہوئے، اس واقعے کی تصدیق کابل انتظامیہ نے بھی کی۔

5، اپریل کو قابض فوجیوں نے صوبہ بلخ کے ضلع اچہ میں 9 قومی رہنماؤں کو حراست میں لیا، وہ بلخ سے شبرغان جارہے تھے کہ راستے میں قابض فوجیوں نے انہیں گاڑی سے اتار کرنامعلوم مقام پر منتقل کیا۔

5، اپریل کو صوبہ لوگر ضلع برکی برک کے شیخ علاقے میں قومی ملیشیانے ایک شخص کو قتل کردیا۔

7، اپریل کو صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے گلو گاؤں میں مقامی ملیشیانے ایک شخص کو زبردستی اپنے گھر سے بے دخل کیا اور اس کے گھر میں مورچہ بنایا۔

8، اپریل کو خونخوار فوجیوں نے صوبہ تخار کے ضلع اشکمش کے چشمہ مایان گاؤں میں چھاپے کے دوران دوافراد کو شہید کیا۔

9، اپریل کو امریکی سپیشل فورس اور افغان اہلکاروں نے صوبہ روزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ میں حاجی خیراللہ نامی شخص کے گھر پر چھاپہ مار کر اس کو شہید کیا اور اس کے علاوہ مالی نقصان بھی پہنچایا، صوبائی حکومت کے ترجمان نے واقعے کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ مذکورہ شخص شورم کا کاروبار کرتا تھا۔

10، اپریل کو قابض فوجیوں نے صوبہ ہرات کے ضلع گزری میں ہرات، قندہار کی شاہراہ پر ایک گاڑی پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں گاڑی میں سوار ایک شخص شہید اور دو زخمی ہوئے۔

11، اپریل کو قابض فوجیوں نے صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے علیزی علاقے میں چھاپہ کے دوران مقامی آبادی کو مالی نقصان بھی پہنچایا اور وہاں سے جاتے ہوئے بوڑھوں، بچوں اور نوجوانوں پر تشدد بھی کیا۔

14، اپریل کو صوبہ فراہ میں افغان اہلکاروں نے ایک شخص پر فائرنگ کرکے شہید کردیا۔

14، اپریل کو امریکی فوجیوں نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع چک کے مختلف علاقوں پر فضائی حملے کئے جس کے نتیجے میں ایک طالب علم سمیت چارافراد شہید اور تین زخمی ہوئے جبکہ متعدد گھروں اور فصلوں کو بھی شدید نقصان پہنچا، حالانکہ نہ علاقے میں طالبان آئے تھے اور نہ ہی کوئی جھڑپ ہوئی تھی۔

17، اپریل کو اتحادی افواج نے صوبہ پکتیا کے ضلع چمکنی کے بتولی گاؤں میں ایک قبائلی رہنما حاجی میرزاخان منگل کے گھر پر رات کو چھاپہ مارا، موصوف کو شہید کیا اور ایک خاتون سمیت چارافراد کو حراست میں لیا۔ افغان حکومت نے واقعے کی تصدیق کی۔

17، اپریل کو اتحادیوں نے صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ کے قاری صدری علاقے میں رات کو چھاپے کے دوران دوافراد شہید اور دو کو حراست میں لیا۔

18، اپریل کو قابض فوجیوں نے صوبہ ننگرہار کے ضلع بتیکوٹ کے گاؤں چہاردہی میں 180، افراد کو زبردستی لے کر ان سے مورچے بنانے کا کام لیا۔

19، اپریل کو صوبہ سرپل کے ضلع صیاد کے کی اور قزل قلعہ علاقوں میں قومی ملیشیانے سات افراد پر تشدد کرکے شدید زخمی کیا۔

19، اپریل کو صوبہ قندہار کے ضلع میوند میں امریکی ڈرون حملے میں ایک شخص شہید اور ایک زخمی ہوا۔

19، اپریل کو اتحادی فوجیوں نے صوبہ لوگر کے قلعہ علاقے میں چھاپہ مار کر چارافراد کو حراست میں لیا۔

20، اپریل کو صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب میں امریکی فوجیوں نے چھاپہ مار کر دوافراد کو شہید کیا۔

21، اپریل کو صوبہ لوگر کے کماخیل گاؤں میں قومی ملیشیانے امام محلہ مولوی محراب الدین کو اس جرم میں تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کیا کہ اس نے طالبان کے نماز جنازہ میں شرکت کی تھی، اس کے علاوہ قومی ملیشیانے علاقے میں مولوی عبدالوہاب کا مشہور دینی مدرسہ بھی بند کردیا۔

21، اپریل کو اتحادی فوجیوں نے صوبہ بلخ کے ضلع اچہ میں ایک مدرسے کے دوطلبہ کو شہید کیا۔

23، اپریل کو صوبہ روزگان کے ضلع چنارتو کے پایان گاؤں میں اتحادی فوجیوں نے ایک شخص کو حراست میں لیا۔

25، اپریل کو اتحادی فوجیوں نے قندہار کے ضلع ارغنداب میں چار بچوں پر فائرنگ کرکے زخمی کیا۔

26، اپریل کو قندہار کے ضلع شاولیکوٹ کے تاوالی علاقے میں امریکی طیارے کی بمباری میں دس بچوں کو شہید کیا۔

29، اپریل کو صوبہ ننگرہار کے ضلع چپرہار کے ماڑو اور گلدرہ علاقوں میں اتحادی فوجیوں کی فائرنگ سے دس سالہ بچہ شہید ہوا۔

29 اپریل کو صوبہ دایکنڈی کے ضلع مرامور کے چہار سدخانہ علاقے میں قومی ملیشیا کے اہلکاروں نے دو گھروں کو نذر آتش کیا۔

اقتباسات۔ {بی بی سی، آزادی ریڈیو۔ افغان اسلامک اور پیژواک نیوز ایجنسی، روہی اور لراوبر ویب سائٹس۔ نن ٹکی اسیا اور بینوا ویب سائٹس}

● ● ●

بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے !

ابو عبد اللہ حمادی

مشہور ہے کہ "گیدڑ کی جب موت آتی ہے تو وہ شہر کا رُخ کرتا ہے"۔ حالات کے تناظر میں اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ "جو ملک اپنے آپ کو تباہ کرنے پر تُل جائے تو وہ سرفروشوں اور جانثاروں کی سرزمین کا رُخ کرتا ہے"۔ اس اکھاڑے کی کہانی بھی بڑی عجیب ہے۔ یہ وہ میدان ہے جہاں بڑے بڑے پہلوانوں نے اپنی طاقت و قوت کے جوہر آزمائے ہیں۔ اس اکھاڑے میں مقابلوں کا انعقاد اس لحاظ سے بھی عجیب ترین ہے کہ مدمقابل دو فریقوں میں سے ایک ظاہری طور پر ہمیشہ کمزور رہا ہے۔ اس دنگل کے لیے سجے میدان میں ریشمی اور مخملی قالین نہیں بچھے ہوئے، بلکہ یہاں سنگریزے، سنگلاخ چٹانیں اور پُرخار وادیاں ہیں، جو جس قدر طاقت و قوت کے بل بوتے پر لنگوٹ کس کے دنگل کے لئے اس اکھاڑے میں اترا، ہمیشہ اسے منہ ہی کی کھانی پڑی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فرعونی رعونت کا مقدر ہمیشہ خاک چاٹنا ہی ٹھہرا ہے۔ بارہ سال تک نہتے افغان، بے بس طالبان اور اہل اسلام سے برسرپیکار رہنے کے بعد امریکہ بہادر کی شکست فاش اور عالمی جگ ہنسائی اہل ایمان کے لئے ایک گونہ اطمینان کا باعث ہے۔ شہنشاہ عالم پناہ کی شکست وریخت سے قبل اسی تاریخ ساز سرزمین پر سلطنت برطانیہ کا سورج ڈوبا تھا۔ اسی طرح سوویت یونین بھی کئی ٹکڑیوں میں بٹ کر خاک چاٹتے ہوئے دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہوا تھا۔

افغانستان اتحادیوں کے گلے کی ایسی ہڈی بن چکا ہے کہ جسے اگلتے بنتی ہے نہ نگلتے۔ امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ نے نہ صرف امریکا بلکہ اس کے اتحادیوں کو بھی ایک بند گلی میں دھکیل رکھا ہے۔ 12 برس قبل جن طالبان پر زمین تنگ کرکے ان کو زیر کرنے کے خواب لیے امریکا اپنے لاؤ لشکر سمیت جس پھرتی اور بلند پروازی سے شہداء کی اس مقدس سرزمین پر چڑھ دوڑا تھا، آج انہی نہتے سرفروشوں نے امریکہ و اتحادیوں کو اپنی کامیاب اور حیرت انگیز کاروائیوں کے ذریعے پیوندِ زمین کردیا ہے۔ آئے روز کے بڑھتے جانی ومالی نقصان کو برداشت نہ کرسکنے کی بنا پر عالمی طاغوت نے عافیت اسی میں جانی کہ چوری چھپکے انخلا کردیا جائے۔ گزشتہ تین ماہ سے تواتر کے ساتھ یہ خبریں آرہی ہیں کہ امریکی و اتحادی افواج نے اپنے کیل کانٹے واپس بھجوانا شروع کردیئے ہیں۔ افغانستان میں موجود کئی ایک بڑے اڈے خالی کروالیے گئے ہیں۔ ذرائع کے مطابق ظاہر کی گئی تعداد میں 34 ہزار امریکی سورماؤں کو واپس بھجوایا جارہا ہے۔ آخر یہ کیا ہوا؟ یہ تو ہاتھی اور چیونٹی کا مقابلہ تھا۔ ایک طرف ہر قسم کے سامانِ حرب و ضرب سے لیس اور زندگی کی تمام پرتعیش آسائشیں میدان جنگ میں بھی حاصل کرنے والی مختلف ممالک کی افواج، جبکہ دوسری طرف بے سروسامانی کے عالم میں دین وملت کی خاطر باطل سے ٹکراتے ہوئے سردھڑ کی بازی لگانے کا عزم لیے سرفروشان ملت۔ لاریب! کامیابی ہمیشہ ہزار تکالیف اٹھانے کے بعد بھی حق والوں ہی کے قدم چومتی ہے۔

غاصب امریکی واتحادی افواج کے خلاف برسرپیکار طالبان کی کاروائیاں پورا سال زور وشور سے جاری رہتی ہیں، لیکن موسم بہار کے آتے ہی جہاں ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہوتی ہے۔ وہیں کفریہ طاقتوں سے نبرد آزما مقدس ہستیوں کے جذبوں کو بھی جِلا ملتی ہے۔ اور دشمنوں کو ناکوں چنے چبوائے جاتے ہیں۔ طالبان کے شروع کردہ نئے موسم بہار آپریشن (خالد بن ولیدؓ) میں کامیاب کارروائیوں کی وجہ سے دشمن کی نیندیں حرام ہوچکی ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے مطابق گزشتہ دنوں افغانستان کے دارالحکومت کابل میں امریکی فوجی قافلے پر کیے گئے فدائی حملے میں درجن بھر امریکیوں سمیت بیسیوں اتحادی ہلاک و زخمی ہوئے۔ جبکہ ٹینک سمیت کئی ایک گاڑیاں بھی اس حملے میں تباہی کا شکار ہوئیں اور اب یہ روزانہ کا معمول بن گیا ہے۔ دوسری جانب اتحادی افواج پر تابڑ توڑ حملوں کے باعث بین الاقوامی اداروں سے انکی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ افغان مسئلے کے تصفیہ کے لئے وہ بھی اب سوچ بچار پر مجبور ہیں۔ گزشتہ دنوں لندن میں ایوان بالا / ہاؤس آف لارڈز میں انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹریٹیجک اینڈ سوشو پولیٹیکل افیئرز کے زیر اہتمام ہونے والی سیکورٹی کانفرنس میں نیٹو ممالک سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ افغان مسئلہ کے تصفیہ کے لئے موثر چارٹ تیار کرتے ہوئے یہ واضح کیا جائے کہ طالبان کو امن مذاکرات میں کس طرح شریک کیا جاسکتا ہے۔ کانفرنس کے شرکاء سیاستدانوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ افغانستان میں طالبان کی قوت وطاقت کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں اور افغانستان میں قیام امن کے لئے طالبان سے مذاکرات کیے جائیں۔ بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے! آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا!

اس امر میں اب کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی کہ افغانستان کا مستقبل طالبان سے وابستہ ہے اور افغان قوم طالبان کے بغیر کسی اور قوت کو برداشت نہیں کرے گی۔ افغان عوام طالبان کے سات سالہ دورِ امارت میں چہار جانب امن و امان کا بنظر عمیق مشاہدہ کرچکی ہے۔ برسرزمین حقائق یہی ہیں کہ آج بھی افغانستان کے مختلف علاقوں میں عملی طور پر طالبان کی حکمرانی ہے۔ افغان عوام کی غالب اکثریت کو طالبان پر مکمل اعتماد ہے۔ طالبان ہی افغانستان کے حقیقی محافظ ہیں وہ افغانستان میں امن واستحکام چاہتے ہیں۔ ملک کی سلامتی، آزادی اور خود مختاری کے تحفظ کی خاطر وہ عالمی قوتوں سے نبرد آزما ہیں۔ عالمی طاقتیں اگر حقیقی معنوں میں افغانستان میں اس کی بہاریں دیکھنا چاہتی تو انہیں افغانستان پر لشکر کشی کی اپنی واضح اور بدیہی غلطی تسلیم کرنی ہوگی۔ طالبان کی حکومت گرانے کے اقدام پر معافی مانگنا ہوگی۔ افغان طالبان کو افغانستان کی سب سے بڑی قوت تسلیم کرتے ہوئے براہِ راست ان کے ساتھ مذاکرات کرنا ہونگے۔ زمینی حقائق بتاتے ہیں کہ بصورتِ دیگر وہی ہوگا جو تسلسل کے ساتھ بارہ برسوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔ خاک نشینوں کا کیا بگڑتا ہے، وہ تو ہر حال میں راضی رہنے کے گر سیکھ چکے ہیں۔

قیدی کو چھڑاؤ!

سریمان خان

نبی کریم ﷺ نے تمام مسلمانوں کو جسد واحد قرار دیا ہے، کہ اس جسم متحدہ کا ایک جزو کانٹا چبھنے کی وجہ سے تکلیف زدہ ہو تو تمام بدن اس مصیبت سے تڑپتا ہے۔ آج 21ویں صدی کا دردمند مسلمان یہ بات نہیں جان سکا کہ اس دور کے مسلمانوں میں یہ چیز کیوں نہیں پائی جاتی۔ یہ اتحاد و اتفاق نایاب آثار قدیمہ کے میوزیم میں بھی دکھائی نہیں دیتا۔ کیا مسلمان، مسلمان نہ رہے... یا پھر کوئی اور بات ہے۔

ایک اور المیہ معتصم، محمد بن قاسم، موسیٰ بن نصیر جیسے قابل فخر سپوتوں کے بحران کا ہے۔ اسلام کے بیٹوں اور بیٹیوں سمیت بوڑھوں سے لے کر ان بچوں تک کی امت مرحومہ قید کفار میں ہے، جن کی نازک زندگی جنم ہی جیل کی کال کوٹھریوں میں لے رہی ہے۔ "واہ معتصماہ" کی صدائیں اور "وا محمداہ" کی نوائیں ہیں۔ لیکن کہیں سے کوئی نہیں اٹھتا، جو قید و بند کی صعوبتوں کا دورِ تاریک ختم کرے۔

قارئین نے اخبارات و جرائد میں پڑھا ہو گا کہ گوانتاناموبے زندان میں قیدی کئی ماہ سے بھوک ہڑتال پر ہیں۔ ان قیدیوں میں سے اکثر کی حالت نازک بتائی جاتی ہے، ان کا مطالبہ یہ ہے کہ امریکی فوجی قرآن کریم کی توہین سے باز آجائیں۔

اپنے گھر، وطن اور بچوں سے دور کئی سالوں سے دنیا کے دوسرے کونے میں دنیا و مافیہا سے بے خبر کیوبا جزیرے میں رکھے گئے یہ مسلمان قیدی آج بھی ایوبی کے فرزند اور معتصم باللہ کے بیٹے کی راہ تک رہے ہیں۔ امریکی درندوں نے تمام دنیا کو ظلم کی داستانوں سے بھر دیا ہے، لیکن گوانتاناموبے میں قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اور ہو رہا ہے، شاید تاریخ میں اس کی مثال نہ ہو۔ قرآن کریم کی بار بار توہین، قیدیوں کے ساتھ ایسا غیر مہذب سلوک، جس کے لکھنے سے قلم قاصر ہے، امریکیوں کا مشغلہ بنا ہوا ہے۔ قیدیوں کی کئی ماہ سے جاری یہ بھوک ہڑتال اس وجہ سے نہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، ہمیں کھانا نہیں ملتا یا ہمیں رہا کیا جائے، وہ کہتے ہیں کہ بس قرآن کریم کی توہین سے باز آجاؤ۔

میں نہیں سمجھتا کہ ان کا یہ مطالبہ بے جا ہے، لیکن دنیائے اسلام کے 56 ایوان ہائے اقتدار کے ہر گوشے میں ایسا سناٹا ہے کہ تنکا بھی گرے تو مہر سکوت بازگشت کی وجہ سے کئی گھنٹوں تک ٹوٹی رہے، مگران ممالک کے حکمرانوں کو ساؤنڈ پروف کان ملے ہیں، جس کی وجہ سے کوئی حرکت و جنبش ملی کے آثار نظر نہیں آتے۔ بے حسی اور مصلحت کوشی کا بازار، مسلم دنیا کی وہ واحد 24 گھنٹے والی اوپن مارکیٹ ہے، جہاں کسی لمحے کساد بازاری کی کوئی خبر نہیں اڑتی۔ بولیاں لگتی ہیں۔ سردار سر بازار بکتے ہیں اور قوم کا سودا بڑے نوٹوں میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی سربراہ مملکتِ اسلامیہ نے ان قیدیوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار نہیں کیا۔ ان بے آسرا قیدیوں کی اس حالت زار کو دیکھ کر دو باتیں خوب واضح ہو جاتی ہیں۔

(1) امریکی درندگی بے لگام ہے۔

(2) اس درندگی کو لگام ڈالنے کے لئے ہمارے پاس "بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنے والا کوئی نہیں"۔

بے حسی کی بھی ایک حد ہوتی ہے، یہ جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو خونِ مسلم ارزاں ہو جاتا ہے، بیٹیاں نیلام اور بیٹے بے آرام ہوتے ہیں۔ ماؤں کی عزتیں تار تار اور باپوں کی قبائے عصمت کے چیتھڑے اڑتے ہیں۔ بوڑھوں کی لاٹھیاں چھنتی ہیں اور شیر خواروں کا دودھ بند ہوتا ہے۔

گوانتاناموجیل میں توہین اسلام کا سانحہ پہلی بار نہیں ہوا، وقتاً فوقتاً امریکیوں کی اس طرح کی حرکات کی خبریں آتی رہتی ہیں، وہاں ہر قیدی کے ساتھ ناروا سلوک کی تصویریں، اور رپورٹیں کئی بار عالمی میڈیا میں زیر بحث آئی ہیں... لیکن سب کچھ بے معنی ثابت ہوا۔ ہمارے کسی عملی قدم کے اٹھنے سے مایوس ہو کر نہتے قیدیوں نے خود جان کی بازی لگادی ہے۔ کچھ ہاتھ نہ آیا تو بھوک ہڑتال کر ڈالی ہے۔ اور ہمارا یہ حال ہے کہ اپنے مطالبات منوانے ہوں تو ملکوں اور شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی جاتی ہے۔ عقل حیران ہے کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق دینے کے نام سے مسلمانوں کے وہ غم خوار، عمل کے اس مقام میں کہاں غائب ہو گئے ہیں..؟؟

حالانکہ یہ نہ صرف طالبان کا مسئلہ ہے نہ افغان یا عرب کا بلکہ یہ تو پورے عالم اسلام کا مسئلہ ہے۔ کل رب کے سامنے ہم نے ان بھائیوں اور ان کے بچوں کو جواب دینا ہے، ان مسائل کا حل ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اس عمل کے لیے عملی اقدام کی ضرورت ہے۔ ہے کوئی عمل کا دھنی کہ یہ وقت کی پکار ہے: "فکوا العانی"۔ قیدی کو چھڑاؤ، ارے قیدی کو چھڑا دو!

❖ ❖ ❖

افغانستان گزشتہ اپریل میں 2013

احمد فارسی

نوٹ! اس تحریر میں صرف ان اہم واقعات اور صلیبی جارحیت پسندوں کے نقصانات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جن کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔ اہم واقعات اور ان کی تفصیل ذیل کے عنوان میں زیر تحریر لایا گیا ہے۔

صلیبی جارحیت پسندوں کے نقصانات:

صلیبی حسب عادت اپنے نقصانات چھپاتے ہیں۔ حالانکہ یہ نقصانات کبھی چھپتے نہیں۔ صلیبیوں نے جن نقصانات کا اعتراف کیا ہے ان کے اعداد و شمار گزشتہ مہینوں کے بنسبت بڑھ گئے ہیں۔ اس ماہ کے دوران صلیبیوں کے 17 افراد ہلاک اور 11 افراد مجاہدین کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہوگئے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان اعداد میں وہ افراد شامل نہیں جو 29 اپریل کو بگرام میں مجاہدین کے حملوں کا نشانہ بنے۔ رواں عیسوی سال کے آغاز سے اب تک صلیبیوں کے اعتراف کے مطابق ہلاک ہونے والے صلیبی فوجیوں کی تعداد 42 جبکہ صلیبی جنگ کے آغاز سے اب تک ہونے والے اعترافی ہلاکتوں کی تعداد 3291 ہوگئی۔ صلیبی جارحیت پسندوں کے زخمیوں اور دائمی معذوروں کی تعداد گنتی سے باہر ہے۔ ہر مہینے خودکشی کرنے والے سینکڑوں صلیبی فوجیوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔

دشمن کے مالی نقصانات:

صلیبی جارحیت پسندوں کو گزشتہ ماہ کے دوران جانی نقصانات کے علاوہ مالی نقصانات بھی بڑی تعداد میں پہنچائے گئے۔ تحقیقی اعداد و شمار نہ ہونے کے باعث بعض اہم واقعات کی جانب اشارہ کریں گے۔ 3، اپریل کو بروز بدھ صوبہ وردگ ضلع نرخ میں صلیبی جارحیت پسندوں کا ایک بغیر پائلٹ طیارہ مجاہدین کے حملے کا نشانہ بن کر گر گیا۔ اس واقعے کے اگلے روز ایک جیٹ ایف 16 طیارہ کابل میں مجاہدین کے حملے کا نشانہ بن کر پائلٹ سمیت تباہ ہوگیا۔

9، اپریل کو ننگرہار ضلع پچیر آگام میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر مجاہدین کے حملے کا نشانہ بنا جس میں سوار سارے کے سارے فوجی ہلاک ہوگئے مگر صلیبیوں نے صرف 2 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ 21، اپریل صلیبی جارحیت پسندوں کا ایک ہیلی کاپٹر جو فنی خرابی کے باعث صوبہ لوگر ضلع ازرہ میں اترا مجاہدین نے اسے جلا کر تباہ کردیا۔

حسب سابق دیکھا گیا ہے کہ افغانستان کے پہاڑوں، دریاؤں، ہواؤں اور مجاہدین کے حملوں کا شکار ہو کر صلیبیوں کو بہت زیادہ نقصانات اٹھانے پڑے ہیں۔ جارحیت کے حالیہ گیارہ سالہ دور میں درجنوں صلیبی فوجی اور نیشنل آرمی کے فوجی اپنے اسباب، وسائل اور ہتھیاروں کے ساتھ پہاڑی علاقوں نورستان، کنڑ اور اس جیسے دیگر علاقوں میں دریاؤں میں گر کر ہلاک ہوگئے۔ 25، اپریل بروز جمعرات ایک عذاب الہی {طوفان} قندہار میں موجود صلیبی جارحیت پسندوں پر نازل جس میں کم از کم 50 طیارے بڑے پیمانے پر تباہی کا شکار ہوئے۔ صلیبیوں نے یہ نقصانات چھپانے کی بہت کوشش کی مگر ایک خارجی فوجی جس اپنا نام ظاہر نہ کرتے ہوئے امریکی فاکس ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے سارے نقصانات افشاء کردیے۔ بعد ازاں کابل میں صلیبیوں کے ترجمان نے ان نقصانات کا اعتراف کیا مگر طیاروں کی تعداد اور دیگر تفصیلات بتانے سے گریز کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس طوفان میں صلیبیوں کو بھاری مالی نقصانات پہنچے ہیں جس کے صحیح اعداد و شمار میسر نہیں۔

27، اپریل بروز ہفتہ زابل ضلع شاہ جوئی میں دشمن کا ایک اور ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوگیا۔ جس میں دشمن کے 4 فوجی ہلاک ہوگئے۔ اس واقعے کے دو دن بعد 29، اپریل بروز پیر صلیبی فوجیوں کا ایک سامان رسد پہنچنے والا طیارہ بگرام کے ہوائی اڈے میں مجاہدین کے حملے کا نشانہ بن کر تباہ ہوگیا۔ جس میں دشمن کے اعتراف کے مطابق 7 فوجی ہلاک ہوگئے۔ اس کے علاوہ جارحیت پسندوں کے سینکڑوں ٹلایہ وسائل، اسلحہ اور دیگر سامان تباہ ہوگیا۔ اس ماہ کے دوران 6 طیارے مجاہدین کے حملے کا نشانہ بنے جبکہ 50 طیارے بھاری نقصانات کا شکارہ ہوگئے۔ دشمن ہر وقت یہ سمجھتا ہے کہ وہ مجاہدین کو شکست دے دیں گے وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اس ملک کی مٹی اپنے اوپر غیروں کی موجودگی تسلیم نہیں کرتی۔ اندازاً ہر ماہ انہیں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچتا ہے جس نے انہیں اس بات پر مجبور کردیا ہے کہ جنگی ساز و سامان سمیٹ کر افغانستان سے نکل جائیں۔

داخلی دشمن کی صفوں میں نقصانات:

صلیبیوں نے نکلتے ہوئے اپنے کٹھ پتلیوں کو اپنے ٹھکانے سونپ دیے۔ جو آئے روز مجاہدین کے حملوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ اس ماہ کے دوران بہت زیادہ فوجی ہلاک وزخمی یا اپنی نوکریوں سے دستبردار ہوئے۔ جس کے تحقیقی اعداد و شمار نہیں ملے

تاہم مشت نمونہ از خروارے کے طور پر اہم واقعات کی جانب اشارہ کریں گے۔

یکم اپریل پکتیا ضلع جانی خیل میں اربکیوں کا ایک کمانڈر اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ ہلاک ہوا۔ 7، اپریل کو قندوز کے مجاہدین نے پکتیا کی صوبائی شوریٰ کے رئیس کو حملے نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا۔ اس کے علاوہ 11 اپریل کو اروزگان ضلع چوری کے پولیس آئی جی اسی ضلع کے سول کرائم آفیسر سمیت مجاہدین کے حملے کا نشانہ بن کر ہلاک ہو گئے۔ جس کے اگلے روز غور ضلع چارسدی کے سابق کمشنر ایک اور شخص کے ساتھ اسی علاقے میں ہلاک ہوا۔

11، اپریل صوبہ خوست ضلع اسماعیل خیلو میں پولیس سربراہ مجاہدین کے حملے کا نشانہ بن کر ہلاک ہو گیا۔ اس کے علاوہ اگلے روز غزنی ضلع اندڑ میں 13، اربکی مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اس واقعے نے دشمن کو انتہائی خوف زدہ کر دیا جس کے باعث کئی اربکی اہلکار ہمیشہ کے لیے اپنی نوکریوں سے مستعفی ہو کر چلے گئے۔ 20، اپریل کو مجاہدین نے ننگرہار جیل کے ایک بڑے افسر کو ہلاک کیا۔ اس واقعے کے اگلے روز پکتیا ضلع جانی خیل کا ڈپٹی کمشنر اپنے 7 محافظین سمیت ہلاک ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ مذکورہ شخص پہلے پولیس آئی جی بھی رہا۔ یہ شخص انتہائی درجے کا ظالم اور بے رحم انسان تھا۔ درجنوں مجاہدین اور عام لوگ اس کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

یہ کمشنر صلیبی جارحیت پسندوں سے انتہائی قریبی تعلق رکھتا تھا۔ نائٹ آپریشنز کر کے لوگوں کو اذیتیں دینے اور لوٹ مار میں بہت شہرت رکھتا تھا۔ اپنے علاقے میں اس کے ایک ذاتی جیل بھی تھا جہاں اکثر بے گناہ لوگوں کو قیدی بنا کر تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کرتا تھا۔ 23، اپریل بروز منگل صوبہ فاریاب ضلع پشتون کوٹ کا اٹارنی جنرل اپنے تین محافظوں سمیت مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔ 27، اپریل فوجی دستے کے سپہ سالار زرہدار سیلاب مشرقی افغانستان میں مجاہدین کے حملے کا نشانہ بن گیا۔ اس کے اگلے روز مجاہدین نے صوبہ غزنی کے انٹیلی جنس آفیسر کو دو محافظوں سمیت اپنے حملے کا نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا۔

دشمن کی صفوں میں بڑھتے ہوئے اختلافات :

صلیبی جارحیت پسندوں اور ان کٹھ پتلیوں کے درمیان اختلافات جارحیت کے آغاز سے اب تک مسلسل جاری ہیں۔ گذشتہ ماہ یہ اختلافات اپنے عروج پر تھے۔ ہم یہاں صرف داخلی فوج کے درمیان اختلافات کے چند اہم واقعات کی جانب اشارہ کریں گے۔

14، اپریل بروز پیر بقول ان کے سیکیورٹی ذمہ داریاں منتقل کرنے کے ڈرامے کے ذمہ دار اشرف غنی احمد زئی نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: وزارت دفاع اور وزارت داخلہ ایک دوسرے کی ذمہ داریوں میں مداخلت نہ کریں۔ حالانکہ پارلیمنٹ کے رشوت خور اور جھوٹے ارکان نے ان دونوں اداروں کو اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ناکام قرار دیا تھا۔ اور ان دونوں محکموں کے وزراء کو اپنے منصوبوں پر نظر ثانی کرنے کی رائے دی۔ 15، اپریل قومی جرگے کے ارکان نے کہا کہ ادارے کے 80 فیصد ارکان کرپشن میں ملوث ہیں۔ انہوں نے کہا ان کرپٹ وزراء نے رشوتیں دی ہیں جس کے باعث ان سے تفتیش نہیں کی جاتی۔ اب قریب ہے کہ عوامی جرگے کی حیثیت عوام میں ختم ہو جائے۔ شوریٰ کے ایک رکن نے کہا کہ اس نے ان ارکان کی فہرست تیار کی ہے جنہوں نے کرپشن کی تحقیقات کے دوران ان وزراء سے رشوتیں لی ہیں۔ یہ انکشافات ایسے وقت میں سامنے آئے ہیں کہ اس سے ایک روز قبل جرگے کے رشوت خور ممبران کے درمیان جھگڑا شروع ہوا جس نے جمہوریت کا معیار پورا کر دیا۔

اس کے علاوہ 15، اپریل کو ذرائع ابلاغ نے چغچران میں پولیس اور نیشنل آرمی کے درمیان اختلافات کی خبر دی۔ جس کے نتیجے میں دونوں گروپوں پولیس اور فوج کے اہلکاروں کو شدید زخم آئے۔ اس آخری وقت میں داخلی کٹھ پتلیوں، پولیس اور فوج کے درمیان اختلافات اور جنگوں کی خبروں نے کابل انتظامیہ اور اس کے صلیبی آقاؤں کو سخت پریشان کر دیا ہے۔ گذشتہ ہفتے میں بھی کابل کی مزدور حکومت اور اس کے ارکان کے درمیان اختلافات کی خبریں آئیں۔ یہ اختلافات اور جنگیں روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ 22 اپریل کو کانگریس کے کئی ارکان نے ایک اجلاس میں کہا کہ کے کانگریس کے ارکان بڑے پیمانے پر بدانتظامی اور مالی کرپشن کے عادی ہو چکے ہیں۔ کانگریس کے چیئرمین نے بھی کہا تمام سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں کرپشن اپنے عروج پر ہے۔ جس سے پارلیمنٹ بھی مستثنیٰ نہیں۔ وزیر داخلہ نے بھی اس بات کی تائید کی ہے اور مزید کہا کہ پارلیمنٹ کے کئی ارکان ان سے ناجائز مطالبات منواتے ہیں اور ان کی ذمہ داریوں میں مداخلت کرتے ہیں۔

صلیبیوں کے فرار کا سلسلہ جاری ہے :

یکم اپریل کو ذرائع ابلاغ کی جانب سے ہلمند کے مشہور ایئر بیس باسٹن سے صلیبیوں کے فرار کی خبر دی۔ خبر میں مزید بتایا گیا ہے کہ صلیبیوں نے سارے وسائل اور جنگی و غیر جنگی آلات نکال لیے ہیں۔ جس سامان کا نکالنا ممکن نہیں تھا اسے نیلام کے لیے وقف کر دیا۔ یہ بیس گذشتہ سال دو مرتبہ مجاہدین کے برق انشاں حملوں کا نشانہ بنا جس سے بڑے پیمانے پر مالی و جانی نقصانات ہوئے۔

3، اپریل بروز بدھ برطانوی بحری جارحیت پسندوں نے اپنے بیسز سے انخلا کی تیاری مکمل کر لی۔ صلیبیوں کے دس سال پورے ہونے پر برطانیہ کے 40 دستے کے فوجیوں نے اپنا بیس خالی کر دیا۔ یہ وہ پہلا بیس جو برطانوی سامراجیوں نے 2001ء میں بگرام کے ہوائی اڈے میں قائم کیا تھا۔ جہاں سے کابل تک کانوائے چلتی تھی۔

عام لوگوں کا قتل اور ان پر مظالم:

صلیبی جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلیوں کی جانب سے ملکی لوگوں کا قتل اور اذیت نہ صرف جاری ہے بلکہ مزید بڑھ رہا ہے۔ گذشتہ ماہ ننگرہار یونیورسٹی کے طلبہ کی جانب

سے کئی مرتبہ ریلیاں نکالی گئیں۔ مظاہرین کا مطالبہ تھا کہ یونیورسٹی کے ان طلبہ کو رہا کر دیا جائے جنہیں مختلف اداروں نے جرم بے گناہی میں جیل میں ڈال دیا ہے۔

3، اپریل نجم الدین اخند زادہ کے دار العلوم کے طلبہ کی جانب سے بھی ریلیاں اور مظاہرے ہوئے جنہوں نے اسی صوبے کے مرکز میں قید اپنے طلبہ کی آزادی کا مطالبہ کیا۔ جنہیں مختلف سیکیورٹی اداروں نے گرفتار کیا ہے۔

6، اپریل بروز ہفتہ قندہار ضلع معروف کے شہری جو پولیس سربراہ کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے تھے نے احتجاجی مظاہروں کا آغاز کیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ مذکورہ پولیس سربراہ نے ایک امام مسجد اور ایک کسان کو قتل کر کے ان کی نعشیں سات دن تک کھلے آسمان تلے چھوڑدیں۔ اس کے علاوہ مظاہرین نے 20 نوجوانوں کے قتل کا الزام بھی اس پولیس سربراہ پر لگایا۔ اس پر ایک الزام یہ بھی تھا کہ اس لوگوں پر جبر کر کے انہیں اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنے بیٹوں کو اربکی بنا کر طالبان سے لڑائیں۔

یہ پہلی بار ایسا نہیں ہو رہا کہ عوام داخلی کٹھ پتلیوں کے مظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ کئی مرتبہ عوام ایسے ناگوار قدم اٹھانے پر مجبور ہوئے ہیں ۔بجائے اس کے کہ مجرمین کو سزا دی جائے مظالم کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔ بعض اوقات مظالم کی نوبت عام لوگوں کی شہادتوں اور زخمی ہونے تک پہنچ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر چند اہم واقعات کی جانب اشارہ کریں گے۔ 6، اپریل ایک عام آدمی کی لاش ملی جسے تلاشی کے دوران صلیبی فوجی اپنے ساتھ لے گئے نہ صرف یہ بلکہ اسی ضلع کے درجنوں افراد آپریشن کے دوران گرفتار کر کے لے جائے گئے ۔تاحال جن کی زندگی اور موت کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ صلیبی جارحیت پسندوں نے نکلنے کے بعد بھی اس علاقے پر ہونے والے مظالم کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ انہیں صلیبی فوجیوں نے 8 اپریل کو ایک مسافر گاڑی کو سفر کے دوران ایک بارودی سرنگ سے تباہ کر دیا جس میں 8 عام افراد شہید اور 23 زخمی ہو گئے۔ صلیبی جارحیت پسندوں کی ہر وقت کوشش ہوتی ہے کہ اپنا انتقام عام لوگوں سے لیں اور اس کا الزام مجاہدین پر لگائیں تاکہ مجاہدین اور عوام کے درمیاں فاصلے پیدا ہو جائیں ۔مگر انشاء اللہ کبھی اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوں گے۔

انہیں دنوں ایک بار پھر کنڑ ضلع شیگل میں صلیبیوں نے ایک اور ناقابل معافی جرم کا ارتکاب کیا۔ جس میں دشمن کے اعتراف کے مطابق 11 بچے اور 2 خواتین شہید اور کئی افراد زخمی ہو گئے۔ کابل انتظامیہ کے نام نہاد صدر اور دوسرے کٹھ پتلیوں نے عام بے گناہ لوگوں کی شہادت کی مذمت کی اور بس اسی اکتفا کو مناسب سمجھا اور اپنے آقاوں سے درخواست کی کہ آپریشن کے وقت تحقیق سے کام لیں۔ 10 اپریل بروز بدھ صلیبی جارحیت پسندوں نے ایک بار پھر ہرات کابل شاہراہ پر ہرات کے ضلع ادرسکن میں مسافروں کی گاڑی پر حملہ کر دیا ۔جس میں 1 آدمی شہید اور کئی زخمی ہو گئے۔ خبر میں بتایا گیا ہے کہ مذکورہ گاڑی میں سوار افراد شاہراہ پر جمع ہو کر امریکا کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔

اسی ترتیب کے ساتھ 13 اپریل کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے نام نہاد صدر حامد کرزئی نے کنڑ میں اپنے صلیبی آقاوں کی بمباری کی مذمت کی جس میں 11 بچے اور 2 خواتین شہید ہو گئیں۔ اور ایک سادہ بیان دے کر یہ بات واضح کر دی کہ کرزئی اپنے آقاوں کی بمباری بند کرنے پر قادر نہیں ہے اور اس کے آقا بھی اس کے فرمان کو توجہ نہیں دیتے۔ اس بیان کے دو دن بعد مزدور حکومت کے وزارت دفاع نے اعلان کیا کہ اب مزید عام لوگوں کی ہلاکت اب برداشت نہیں کی جائے گی۔ اور اپنے آقاوں سے مطالبہ کیا کہ عام لوگوں کے قتل کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔ لیکن جیسا کہ معلوم ہوا کہ صلیبی جارحیت پسندوں نے اپنے کٹھ پتلیوں کے بیانات اور مطالبات پر ذرہ برابر توجہ بھی نہیں دی۔

16، اپریل کو ہرات اور فراہ کے شہریوں نے مظاہرہ کیا اور صلیبی جارحیت پسندوں کی جانب سے عام لوگوں کی ہلاکت کی شدید مذمت کی۔ مظاہرین نے کہا: چند دن قبل اس علاقے میں رہنے والے صلیبی جارحیت پسندوں نے عام لوگوں پر حملہ کر دیا جس میں عام لوگ شہید ہو گئے اور مزید کہا کہ صلیبی جارحیت پسندوں نے چند روز قبل اور سولہ سالہ نوجوان کو ہرات جاتے ہوئے شہید کر دیا۔

کابل انتظامیہ ان مظاہرین کو کوئی تسلی بخش جواب دینے کا سوچ رہی تھی کہ اگلے روز صلیبیوں نے صوبہ پکتیا میں ایک قومی رہنما کو شہید اور چار دیگر افراد کو اپنے ساتھ گرفتار کر کے لے گئے۔ ننگرہار میں اربکیوں کے ایک ظالم کمانڈر نے ایک نوجوان کو اس وقت شہید کر دیا جب لوگ ایک شہید کی نماز جنازہ کی تیاری کر رہے تھے۔ عینی شاہدین کے مطابق مذکورہ نوجوان حافظ قرآن تھا جسے ایک شہید مجاہد کی نماز جنازی کی تیاری کے وقت فائرنگ کر کے اربکیوں نے زخمی اور پھر شہید کر دیا۔

23، اپریل قندہار ضلع ارغنداب میں پولیس کے ہاتھوں 4 بچے شہید کر دیئے گئے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ پولیس کی تربیت کے دوران ایک اہلکار کی غلطی کے باعث پیش آیا جس نے دستی بم ایک گھر میں پھینکا تھا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ پولیس کو تربیت لوگوں کے رہائشی علاقوں میں کیوں دی جاتی ہے جس سے بم رہائشی گھروں میں جا گرتا ہے اور معصوم بچوں کی موت کا باعث بن جاتا ہے۔ آخری واقعہ ،28 اپریل ننگرہار ضلع چپرہار میں پیش آیا۔ ضلع کے کمشنر کے اعتراف کے مطابق جس میں 4 بے گناہ عام افراد صلیبیوں کی سٹیٹ فائر سے شہید ہو گئے۔ یہاں عام لوگوں کی ہلاکت اور اذیت کے واقعات نمونے کے طور پر ذکر کیے گئے ہیں۔ خارجی و داخلی ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں کے مطابق اس ماہ کے دوران 46 عام افراد صلیبیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کے ہاتھوں شہید اور 77 افراد گرفتار کر کے بیسوں میں لے جائے گئے ہیں۔ جبکہ 15 عام افراد صلیبی جارحیت پسندوں کے آپریشنوں اور وحشیانہ بدسلوکیوں کے باعث زخمی ہو گئے ہیں۔

جیلوں کی حالت اور بچوں کو اذیت :

کابل انتظامیہ اور غیر ملکیوں کی جیلوں میں طرح طرح کے مظالم کا سلسلہ عروج پر ہے۔ دشمن نے خود ان واقعات کا اعتراف کیا ہے مگر وہ ادارے جو اس جرم میں ملوث ہیں مسلسل اس حقیقت کا انکار کر رہے ہیں۔

نام نہاد صدر حامد کرزئی پہلے بھی کئی بار یہ فرمان صادر کر چکے ہیں کہ قیدیوں کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی کا خاتمہ ہونا چاہیے اور یہ سلسلہ جاری رکھنے کے لیے جھوٹے پارلیمنٹ نے کئی بار کمیٹیاں بھی تشکیل دی ہیں جو قندہار اور دیگر جیلوں میں قیدیوں سے ملاقاتیں کریں گی۔ یہی وجہ تھی کہ یکم اپریل کو اس کمیٹی نے اطلاع دی کہ ان جیلوں میں اب تک قیدیوں کے ساتھ وہی بدسلوکی جاری ہے۔ اور مزید کہا کہ یہ جیل جو 650 قیدیوں کے لیے بنایا گیا تھا وہاں 2000 قیدیوں کو رکھا گیا ہے۔ دیگر اطلاعات کے مطابق ہلمند کی جیل میں ابھی تک قیدیوں کے ساتھ ناجائز سلوک کا سلسلہ جاری ہے جو بشری حقوق کے پاؤں تلے دبا ہوا ہے۔ اب بھی کئی جیلوں میں قیدی بچوں کے ساتھ ناروا سلوک اور اذیت کے متعلق کابل کی مزدور حکومت کو شکایات دی گئی ہیں۔ یہ بچے جنہیں وزارت عدل نے اصلاح اور تربیت کے مراکز میں قید کیا گیا ہے بتایا گیا ہے کہ ان بچوں کو تحقیق و تفتیش کے دوران مار پیٹ کے علاوہ برقی ڈنڈوں کی ضربیں بھی لگائی جاتی ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیم کا کہنا ہے کہ صلیبی جارحیت پسند اور ان کے کٹھ پتلیوں کی جیلوں میں اذیت اور تا مرگ تشدد کا سلسلہ جاری ہے جس کی روک تھام کوئی بھی نہیں کرتا اور نہ کوئی چاہتا ہے ایسا ہو جائے۔

نفرت اور بیزاری کا اظہار:

صلیبیوں کے نامناسب اقدامات جیسے عوام کی اذیتیں، قتل، لوٹ مار، بداخلاقی اور اس جیسے دیگر اقدامات افغانستان کے مظلوم عوام کے نفرت کا باعث بنا ہے۔ صلیبیوں سے ہمارے عوام کی نفرت دن بدن بڑھ رہی ہے اس حوالے چند اہم واقعات کی جانب اشارہ کریں گے۔

10 اپریل کو صوبہ غور کے مرکز چغچران میں ایک افغانی فوجی نے صلیبیوں کی ایک گاڑی پر راکٹ حملہ کیا، دشمن کے اعتراف کے مطابق اس واقعے میں 2 فوجی زخمی ہوگئے۔ اس موٹر ڈرائیور نے افغان فوجی کے اشارے پر توجہ نہیں دی جس کے باعث اسے اس ردعمل کا سامنا کرنا پڑا۔ کرزئی انتظامیہ نے بعد ازاں اس فوجی کو گرفتار کر لیا۔ مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسے کیا سزا دی گئی۔ اگرچہ اس سے قبل صلیبی جارحیت پسندوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے قاضیوں نے ایسے فوجیوں کو پھانسی کی سزا سنائی ہے۔ 20، اپریل بروز ہفتہ کاپیسا ضلع تغاب میں صلیبی جارحیت پسندوں کے ہاتھوں دو بے گناہ افراد کی شہادت پر سینکڑوں صلیبی جارحیت پسندوں کے خلاف شدید مظاہرے ہوئے۔ دوسری طرف کابل انتظامیہ نے ان ہلاک ہونے والوں کو پروپیگنڈے کی مشین میں ڈال کر طالبان بنا دیا۔

اس کے اگلے روز ہلمند کے طلبہ نے بھی ایک طالب علم کی رہائی کے لیے مظاہرہ کیا جسے پولیس نے گرفتار کیا تھا۔ 23، اپریل بروز منگل بغلان ضلع دوشی کے شہریوں نے ایک امام مسجد کی رہائی کے لیے بغلان کابل شاہراہ بلاک کر دی۔ مذکورہ امام مسجد کو صلیبی جارحیت پسندوں نے گرفتار کیا تھا۔ صلیبی جارحیت پسندوں کے آپریشن ملک کے مختلف حصوں میں ہوتے ہیں۔ ملک کے عوام ان سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں میدان وردگ، ننگرہار اور کنڑ کے صوبوں کے شہری کئی بار خارجی قوتوں کے خلاف مظاہرے کر چکے ہیں جو صلیبیوں سے نفرت اور بیزاری کی ایک مثال ہے۔

جیل توڑ دیے:

صلیبی جارحیت پسند آغاز سے اب تک سخت سیکیورٹی تدابیر اور ہر طرح کی ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کے استعمال کے باوجود مجاہدین نے اللہ کے فضل سے خارجیوں کی جیلوں کو توڑا ہے۔ جن میں بگرام، قندہار اور کابل کی جیلیں شامل ہیں۔ 11 اپریل کو قندہار کی طاغوتی جیل سے تیسری بار 3 مجاہدین نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ جیل گذشتہ سالوں میں بھی 2 مرتبہ مجاہدین کے ہاتھوں ٹوٹ چکا ہے جس میں مجموعی طور پر 1300 سے زائد مجاہدین آزاد ہو کر نکل گئے ہیں۔

دشمن کی صفوں میں نفوذ اورمجاہدین کے سے جاملنے کے واقعات:

حالیہ دنوں میں دشمن کی صفوں میں مجاہدین کے نفوذ سے صلیبی جارحیت پسند اور ان کے کٹھ پتلی سخت گھبراہٹ کا شکار ہوگئے ہیں۔ نفوذی کارروائیاں یعنی دشمن کی صفوں میں گھس کر کارروائیوں نے دشمن کی صفوں میں انتہائی بداعتمادی پھیلا دی ہے۔ اس حقیقت کا صلیبی جارحیت پسندوں کے اعلی عہدیداروں، سیکیورٹی حکام، وزارت داخلہ اور انٹیلی جنس اداروں نے کئی بار اعتراف کیا ہے۔ ان کارروائیوں کے علاوہ کئی لوگ حقائق کے ادراک کے بعد کٹھ پتلیوں کی صف سے نکل کر مجاہدین کی صف میں شامل ہوگئے ہیں۔ کبھی کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مجاہدین کی صفوں میں ملنے سے پہلے اپنا اسلحہ صلیبیوں پر خالی اور درجنوں صلیبیوں کو ہلاک کر کے مجاہدین سے آملتے ہیں۔

6، اپریل کو جس طرح مغربی مزدوروں کی جانب سے ہلمند ضلع موسی قلعہ میں قرآن کریم کی بے حرمتی ہوئی جس کے خلاف لوگوں نے مظاہرے شروع کیے۔ پولیس کے اس ناروا عمل نے بہت سے اربکیوں کو یہ احساس دلایا ہے کہ جس طرح امارت اسلامیہ کہتی ہے واقعتا حقیقت یہی ہے واقعی یہ فاسد اور کرپٹ حکومت ہے۔ یہی احساس ہے جس کے باعث 80 افغان اس ظالم اور فاسد حکومت سے الگ ہو کر امارت اسلامیہ سے مل گئے ہیں اسی ترتیب سے کابل انتظامیہ کے اہلکاروں نے 22، اپریل بروز پیر غزنی سے یہ اطلاع دی کہ 6، اربکی، اربکیوں کی صفوں میں گھسے ہوئے ایک شخص کی فائرنگ سے ہلاک ہوگئے۔ واقعات کے بعد وہ شخص فرار ہونے میں کامیاب ہو کر مجاہدین سے جاملا۔

25، اپریل اسی طرح کا ایک اور واقعہ پیش آیا۔ اربکیوں کی صف میں موجود ایک شخص نے 6 اربکیوں کو پہلے بے ہوش اور بعد ازاں قتل کر دیا۔ اس صوبے کے سیکیورٹی حکام کا کہنا ہے کہ ایک کمانڈر سمیت 6 اربکی مرزی خط اور

دشت ارچی کے اضلاع کے درمیان اور تخار کے خواجہ غار میں پہلے بے ہوش کر دیے گئے جنہیں بعد ازاں برسٹ مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ مذکورہ شخص اس واقعے کے بعد اپنے اسلحہ سمیت مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو گیا۔

اس کے علاوہ اپریل 26 مئی فاریاب ضلع المار میں 15 نفوذی پولیس اہلکاروں نے 4 پولیس اہلکاروں اور ایک کمانڈر کو ہلاک کر دیا اور ان کا اسلحہ اور اہم وسائل اپنے ساتھ لے کر مجاہدین سے مل گئے۔ مندرجہ بالا رپورٹوں کے مطابق پکتیا کے ایک سیکیورٹی اہلکار نے یہ واقعہ اگلے روز قبول کر لیا اور مزید کہا کہ اس صوبے میں نفوذی پولیس نے اپنے دو ساتھیوں کو ہلاک اور ایک کو زخمی کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ مذکورہ شخص اس واقعے کے بعد فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ شخص مجاہدین کی صفوں میں گھس گیا ہے۔

29، اپریل کو غزنی ضلع اندڑ میں قندہار کے علاقے زنگاوات اور ہلمند ضلع مرجع میں کل 280 افراد جو کرزئی حکومت کے مختلف شعبوں میں کام کر رہے تھے اس انتظامیہ سے الگ ہو کر مجاہدین سے مل گئے ہیں۔ آنے والے افراد اپنے ساتھ 46 کلاشنکوف، 10 مشین گن، 5 راکٹ، 1 عدد سو بور رائفل، 3 عدد 70 بور کے رائفل، 9 موٹر سائیکل، 1 رینجر گاڑی اور 6 وائرلیس سیٹ لے مجاہدین سے آملے۔ اوپر جو واقعات ذکر کیے گئے ہیں مشت نمونہ از خروارے کے طور پر ہیں۔ مگر داخلی اور خارجی رپورٹوں کی بنیاد پر اپریل کے مہینے میں کل 281 افراد دشمن کی صفوں سے نکل کر ملی اردو، پولیس اور دیگر سیکیورٹی اداروں سے نکل کر مجاہدین سے مل گئے ہیں

صلیبیوں کے کٹھ پتلیوں کے سامنے مجاہدین کی شکست:

گذشتہ چند سالوں سے کابل انتظامیہ صلح کے حوالے سے مجاہدین کے ہتھیار ڈالنے کے حوالے سے خبریں نشر کر رہی ہے۔ یہ اعداد و شمار جمع کیے جائیں تو ہو سکتا ہے یہ مجموعی طور پر افغانستان کے تمام مجاہدین سے ان کی تعداد زیادہ ہو۔ امارت اسلامیہ افغانستان نے ہر وقت شکست خوردہ دشمن کی ان کوششوں کو پروپیگنڈا قرار دیا ہے۔ 27 اپریل کو ننگرہار کے شہریوں نے ایک گفتگو کے دوران کہا کہ مجاہدین کے حکومت کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے واقعات میں کوئی صداقت نہیں۔ یہ شکست خوردہ دشمن کی ایک سازش ہے جسے وہ ہر وقت استعمال کرتے ہیں۔ تاکہ حامد کرزئی سے کچھ ڈالر وصول کر کے اپنا پیٹ چرب رکھ سکیں۔ اور یا چاہتے ہیں کہ اپنا مرتبہ بڑھا دیں۔ اس لیے ایسی باتیں کرتے ہیں جسے شعور بھی تسلیم نہیں کرتا۔

الفاروق اورخالد بن ولید آپریشن:

الفاروق آپریشن میں ایک سال کے عرصے سے بہت زیادہ کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ جس نے صلیبی جارحیت پسندوں کو سخت پریشان کیا ہوا ہے۔ دشمن اپنا حوصلہ ہار چکا ہے۔ اسی ترتیب کے مطابق 2 اپریل کو امارت اسلامیہ افغانستان کے سرفروش مجاہدین کی جانب سے بگرام ہوائی اڈے کے قریب صلیبی جارحیت پسندوں کے ایک بڑے ذخیرے کو راکٹ حملے کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں یہ ذخیرہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا اور صلیبیوں کو کروڑوں ڈالر کا نقصان ہو گیا۔ یاد رہے یہ بڑا ذخیرہ تھا جہاں سے صلیبیوں کو رسد کی فراہمی کی جاتی تھی۔

اس کے اگلے دن کئی فدائی مجاہدین نے صوبہ فراہ کے مرکز میں فوجی مرکز، انٹیلی جنس مرکز، اور دیگر مراکز پر گروپ استشہادی حملے کیے جس میں دشمن کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ اس حملے میں 60 اٹارنی جنرل دفاتر کے علاوہ نیشنل آرمی کے 80 اہلکار مارے گئے۔ جبکہ 75 زخمی ہو گئے۔ اس صوبے کے کے سیکیورٹی کمانڈروں نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ اس آپریشن میں کم از کم 35 افراد چند قاضیوں اور اٹارنی جنرلز سمیت 12 نیشنل آرمی کے اہلکار ہلاک ہو گئے۔ 12 اپریل بروز جمعہ صوبہ کنڑ ضلع ناری میں ایک آپریشن کیا گیا جس میں دشمن کو بہت زیادہ جانی ومالی نقصان ہوا۔ اس کے اگلے روز جلال آباد ہوائی اڈہ مجاہدین کے حملے کا نشانہ بنا جس میں دشمن کو بھاری جانی ومالی نقصان ہوا مگر شکست خوردہ دشمن نے اپنی عادت کے مطابق یہ نقصانات ظاہر کرنے سے گریز کیا اور صرف اور صرف ایک ہیلی کاپٹر کی تباہی کا اعتراف کیا۔

مختصر یہ کہ گذشتہ سال کے الفاروق آپریشن نے دشمن کو انتہائی بھاری نقصانات سے دوچار کیا۔ اس حوالے سے امارت اسلامیہ افغانستان نے 26، اپریل بروز جمعہ ایک اعلامیہ نشر کیا جس میں رواں سال موسم بہار کے ساتھ شروع ہونے والے نئے آپریشن کا نام خالد بن ولید آپریشن رکھنے کا اعلان کیا گیا اللہ کرے خالد بن ولید آپریشن بھی حضرت عمر فاروق آپریشن کی طرح کامیاب ہو جائے اور اسلام کے مبارک دین کی سربلندی اور کفر کی ذلت کا سبب بن جائے۔ دوسری صلیبی ہیں جنہوں نے ہمیشہ اپنے آپریشنز کے نام اژدھا، عقاب اور اس طرح کے دیگر نام رکھے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں یہ آپریشن مجاہدین کا راستہ روک لیں گے۔ مگر الحمدللہ اب تک اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکے اور نہ اللہ کے فضل وکرم اس کوشش میں کامیاب ہو سکیں گے۔

ملک میں مجاہدین کا غلبہ اور تسلط:

اگرچہ شکست خوردہ دشمن ہر وقت یہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے ہارے فوجیوں کے حوصلے بڑھاتا رہا اور عالمی دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہیں کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ مگر زمینی حقائق وہ جسے ساری اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے اور ان کے جھوٹے دعووں کی تردید کر رہی ہے۔ اس سے قبل بھی امارت اسلامیہ کے مجاہدین ایسی کارروائیاں کر چکے ہیں جس نے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ جیسے صلیبیوں کے ٹھکانوں پر حملے، سیکیورٹی مراکز اور بڑے سرکاری عمارتوں پر حملے یہ سب واقعات بتاتے ہیں کہ مجاہدین کی کارروائیاں انتہائی منظم اور کامیاب ہیں۔

حالیہ دنوں میں مجاہدین کے بہت سی کامیابیاں دنیا نے دیکھیں، لوگر ضلع ازرہ کے واقعے کی جانب خاص طور پر اشارہ کریں گے۔ 21، اپریل ایک ہیلی کاپٹر نے ہنگامی لینڈنگ کی۔ مجاہدین نے لینڈنگ کے بعد ہیلی کاپٹر میں موجود تمام لوگوں کو

گرفتار کرکے ہیلی کاپٹر کو آگ لگادی جو مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔ صلیبی جارحیت پسند جو ہر وقت افغانستان پر کنٹرول کا دعوی کرتے ہیں، تمام تر جدید وسائل کے باوجود اب تک گرفتار شدہ افراد کا سراغ نہ نکال سکے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک ہفتے کی کوششوں کے بعد ناکامی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئے۔

اس کے علاوہ 22، اپریل بروز پیر ایک عالمی نشریاتی ادارے نے رپورٹ دی کہ رواں سال کے تین مہینوں میں 2000 سے زائد حملے مجاہدین کی جانب سے ہوئے ہیں۔ اب جب مجاہدین کی کارروائیاں بڑھ رہی ہیں اور دنیا کے لوگ بھی ان کی طاقت کے قائل ہوگئے ہیں 23، اپریل کو صلیبی فوج کے سربراہ نے کہا ابھی تو طالبان مذاکرات کے لیے تیار نہیں ہیں مگر ہم فوجی دباؤ کے ذریعے طالبان کو مذاکرات پر مجبور کرسکتے ہیں۔ اس کم عقل نے یہ بات ایسے وقت میں کی جب تمام فوجی اپنا حوصلہ اور ہمت ہار رہے ہیں اور کروڑوں ڈالر ضائع کرنے کے ساتھ ان کے ہزاروں فوجی دائمی معذور اور اپاہج ہوگئے ہیں۔ ذلت اور شرمندگی کے وہ داغ لے کر جارہے ہیں کہ پھر شاید زندگی بھر افغانستان کی جانب آنے کا سوچیں بھی نہیں۔

پولیس معاشرے کے خدمتگار:

ملک میں خدمتگار پولیس کے نعرے بہت لگائے جاتے ہیں اس لیے پولیس بھی چاہتی ہے کہ اس نعرے کی عملی تصویر بن جائیں۔ یہی جذبہ خدمتگاری ہے کہ ہمیشہ پولیس بے چارے عوام پر مظالم ڈھاتے ہیں اور بے گناہ عوام کے اذیتوں اور قتل تک سے دریغ نہیں کرتے۔ کابل انتظامیہ کی پولیس جارحیت کے آغاز سے اب تک فساد، چوری، ڈاکے اور بے گناہ عوام کے قتل میں پوری طرح حصہ داری رہی ہے۔ 2 اپریل بروز منگل میڈیا کی خبروں کے مطابق 5 پولیس اہلکاروں کو بے گناہ عوام کے اغواء کے جرم میں 8 سال جیل کی سزا سنائی گئی۔ نیشنل آرمی بھی پولیس کے ان ناروا اقدامات میں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ دشمن کے اعتراف کے مطابق گذشتہ سال کے دوران کل 25 فوجیوں مختلف جرائم کے الزام میں سزائی دی گئی۔

منشیات کی کثرت:

افغانستان پر صلیبیوں کے یلغار کے بعد افغانستان منشیات فروشی کا اڈا بن چکا ہے۔ صلیبی جارحیت پسند بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں وہ بھی اپنے کٹھ پتلی حکومت کے عہدیداروں سے کم قیمت پر منشیات خرید رہے ہیں۔ جارحیت کے اس ایک عشرے میں افغانستان دنیا بھر میں منشیات کے کاروبار میں پہلے نمبر پر آگیا۔ اس حوالے سے 15 اپریل بروز منگل اقوام متحدہ نے اعلان کیا کہ افغانستان میں پوست کی کاشت بڑھ گئی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اب تیسرا سال ہے جس میں افغانستان میں عالمی سطح پر پوست کی کاشت میں اضافہ ہوا ہے۔ حالانکہ گذشتہ گیارہ سالوں سے افغانستان میں ملینوں ڈالر پوست کے خاتمے کے لیے خرچ کیے جاتے رہے ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ اب تک کچھ بھی تبدیلی نہیں آئی۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے دور حکومت میں امیر المومنین حفظہ اللہ کے ایک فرمان پر پورے افغانستان میں کوئی خرچ کیے بغیر پوست کی کاشت مکمل طور پر ختم ہوگئی۔ رپورٹوں میں کہا گیا کہ کابل انتظامیہ پوست کی کاشت اور تجارت میں بہت ترقی کرچکے ہیں۔

جمہوریت کا قیام اور فحاشی کا پھیلاو:

صلیبیوں کی جارحیت کا مقصد صرف جمہوریت کا قیام نہیں بلکہ فحاشی کو ترویج دینا بھی تھا۔ روز بروز بڑھتی ہوئی فحاشی ایڈز کے اضافے کا باعث بن رہی ہے۔ یہ ان کے صلیبی نظام کا تحفہ ہے۔ صلیبی ہمارے ملک کی ثقافت، کلچر اور فکر پر بھی جارحیت کررہے ہیں۔ جس کی مثالیں ہم آئے روز دیکھ رہے ہیں۔ 23، اپریل ذرائع ابلاغ نے صوبہ بلخ میں ایڈز کی بیماری کے پھیلنے کی خبر دی۔ صوبہ بلخ کے مرکز کے ایک مشیر جو اس بیماری کی روک تھام کی کوششوں میں مصروف تھے نے صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا۔ اب تک 30 ایسے واقعات کے بارے میں علم ہوا ہے جہاں ایڈز موجود ہے جن میں 6 خواتین اور ایک بچہ بھی شامل ہے۔ بلخ میں ایڈز کی بیماری کے اضافے کی اطلاع کے ایک روز بعد نیویارک ٹائمز نے اس صوبے میں جسم فروشی کے اڈوں اور فحاشی کے مراکز کی موجودگی کی خبر دی اور اسے جمہوریت کی ایک بڑی کامیابی قرار دیکر امید ظاہر کی کہ مستقبل میں پورے افغانستان میں ایسے مراکز موجود ہوں گے۔

گذشتہ ماہ کے دوران ذرائع ابلاغ نے عالمی تنظیم ہلال احمر کے سربراہ کے حوالے سے یہ خبر دی کہ افغانستان میں بہت سی خواتین اور لڑکیوں سے خارجی فوجیوں کی جانب سے جنسی زیادتی کی جاتی ہے، مگر خارجی فوجی اپنی عزت کی خاطر ایسے رپورٹوں کی ہمیشہ تردید کرتے ہیں۔ اس رپورٹ کی بنیاد پر اب تک ان کے پاس 20، ایسے واقعات کی رپورٹیں آئی ہیں جن میں خارجی فوجیوں نے افغانوں کی عزت کو تاراج کیا۔

آبادیوں کی چوریاں:

گذشتہ ماہ صوبہ ہلمند میں کرزئی نے کہا: خارجی افغانستان کی قومی دولت لوٹنے کے لیے آئے ہیں۔ 24 اپریل بروز بدھ ذرائع ابلاغ نے صلیبی جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کی چوری اور لوٹ مار کی خبر دی۔ خبر میں بتایا گیا کہ کے ضلع ناد علی میں ایک کارخانے کو جارحیت پسندوں نے بہت زیادہ نقصان پہنچایا، کارخانے کے سربراہ کے بقول صلیبی فوجی اس کارخانے کی عمارت کو بطور اڈے کے استعمال کررہے تھے۔ جس میں بہت سی مشینیں اور دیگر سامان انہوں خراب اور ناکارہ کردیا ہے۔ جبکہ داخلی فوجیوں نے یہاں کی مشینیں چوری کرکے بیچ دی ہیں۔ انہوں نے بتایا اس کارخانے میں چند سال پہلے 37 ہزار کے قریب سازوسامان اور آلات موجود تھے جن میں سے اب آدھے بھی باقی نہیں رہے۔ کہا جاتا ہے یہ لوٹ مار محض ایک نمونہ ہے ملک میں آبادیوں کی تخریب کاری اور اقتصادی بحران کا۔ ملک کے سارے صوبوں میں اس کے بے شمار واقعات روزانہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

ماخذ: خبری ویب سائٹس، امارت اسلامیہ دعوت وارشاد کمیشن کی ماہانہ رپورٹ، الامارہ ویب سائٹ پر عام لوگوں کے نقصانات کی ماہانہ رپورٹ اور ہفتہ بھر کے اہم واقعات خالد غزنوی کے قلم سے۔

شام کا خون آشام

محمد فرہاد جانباز

شام (Syria) کا مکمل سرکاری نام "الجمھوریۃ العربیہ السوریہ" ہے۔ یہ ملک اپنے تمام علاقوں (لیونٹ: اردن، لبنان، فلسطین اور شام) سمیت مجموعی طور پر 20ویں صدی کے دوسرے عشرے کے آخر تک خلافتِ عثمانیہ کے ماتحت رہا تھا۔ خلافتِ عثمانیہ 1918ء میں یہودیوں کی، کفریہ طاقتوں کی ہنوائی کے باوصف عالمی سطح کی بھیانک سازش کا شکار ہو کر ٹوٹی، بکھری اور معدوم ہوگئی۔ قرضوں کے بھاری بھرکم بوجھ، انتظام کی کمزوری اور آستین کے خوفناک اور پس پردہ رہنے والے اژدھوں کی زہرناکی کے باعث خلافتِ عثمانیہ کو اپنا وجود سنبھالنا دشوار ہوگیا۔ آخر ایک دل دوز سانحہ وقوع پذیر ہوا اور مسلمان خلافت کے سائبان سے محروم ہوگئے۔ اس کے بعد بڑھ کر المیہ یہ ہوا کہ اتحاد بین المسلمین کے داعیوں کی کسی کوشش نے رنگ دکھانے سے معذرت کیے رکھی۔ اس المناک سقوط سے مسلمانوں کی وحدت، مسائل کے حل کا مرکز اور عالمی سیاسی حرارت سے پیاسے فرزندانِ امتِ محمدیہ کا چشمۂ سیرابی ہی خشک ہوگیا تھا۔ اس کے بعد یہ علاقہ فرانس کی عمل داری میں آگیا۔ 20 کی دہائی کے اوائل میں یہ علاقہ چھ ریاستوں میں تقسیم ہوگیا۔ شام کے موجودہ علاقے، جس کا رقبہ 185180 مربع کلو میٹر ہے، کی آزادی کے لیے کئی بار کوششیں کی گئی تھیں۔ 20ہی کی دہائی میں کئی تحاریکِ آزادی برپا ہو کر اپنا کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ 1932ء میں پہلا اعلانِ آزادی ہوا، جس کو فرنچ استعمار نے بار آور ثابت نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد 1944ء میں ایک دفعہ پھر معاہدۂ آزادی رقم ہوا، لیکن فرانسیسی سازشوں کی بدولت اس پر عمل درآمد نہ ہوسکا۔ انہی دنوں دوسری جنگِ عظیم کی وجہ سے برطانیہ اور فرانس کی پوزیشن بہت کمزور ہوگئی۔ چنانچہ فرانس نے محسوس کر لیا کہ اب شام پر مزید قبضہ رکھنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔ لہٰذا اس نے 1944ء والے معاہدۂ آزادی کو 1946ء میں تسلیم کر لیا۔ 15 اپریل کو برطانوی اور فرنچ فوجیں شام سے خروج کر گئیں۔ اِدھر 17 اپریل 1946ء کو شام نے باقاعدہ آزادی کا اعلان کر کے ملک کا نام "الجمھوریہ العربیہ السوریہ" رکھ لیا۔ دار الحکومت دمشق قرار پایا۔ انہوں نے اپنا ایک لوگو بنایا، جو ایک عقاب کی شکل کا ہے۔ جس کے پیٹ پر شامی جھنڈا بنا ہوا ہے۔ پاؤں کی طرف ایک گول نما پٹی پر ملک کا نام کندہ ہے۔ مزید اقدامات کرتے ہوئے ایک قومی ترانہ بھی بنایا، جو "حماۃ الدیار" ہے۔ جب کہ شعار اور پہچان "اتحاد، آزادی اور اشتراکیت" ہے۔ اسی سے سمجھا جاسکتا ہے شام، روسی بلاک کا ایک اہم رکن ہے۔

دوسری طرف آزادی کے دو تین برس بعد ہی پھر سازشوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگیا۔ 1949ء سے 1955ء تک سی آئی اے کے خفیہ ہتھکنڈوں کے باعث وقفے وقفے سے فوجی بغاوتیں رونما ہوتی رہیں۔ جس کی وجہ سے ملک کی حالتِ زار انتہائی خستہ ہوگئی تھی۔ بعد ازاں شام نے مصر کے ساتھ اتحاد کر لیا جو "یک جان، دو قالب" کی خوبصورت مثال اور نمونہ تھی۔ 22 فروری 1958ء کو ہونے والے اس بہترین معاہدے کے باعث "متحدہ عرب جمہوریہ" کے نام سے دو الگ الگ ملک، ایک بن گئے۔ گویا یوں کہنا چاہیے، الگ الگ خطوں میں بکھیر دی گئی ایک قوم، دوبارہ "ایک قوم، ایک ملک" کے عنوان سے متحد ہوگئی تھی۔ یہ مصر میں جمال عبد الناصر کا دور تھا۔ انہی کی کوششوں سے یہ خوش آئند اقدام وجود پذیر ہوا تھا، لیکن اس اتحاد کو زندگی کے زیادہ دن دیکھنے نصیب نہ ہوسکے۔ اور سامراجی قوتوں کی ایماء پر 28 ستمبر 1961ء کو شام میں فوجی بغاوت نے جنم لے کر اس اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ یوں ایک خواب، تعبیر پاتے پاتے رہ گیا۔ ایک موج، اچھل کر شرمندۂ ساحل ہوتے ہوتے رہ گئی۔ موجیں دریا میں واپس آکر فرد کو قائم کرنے میں مدد دیتے دیتے رہ گئیں۔ انہی دنوں ملک میں روسی حمایت یافتگان اور سامراجی صاحبان کے درمیان اقتدار کی کھینچا تانی چل رہی تھی کہ "بعث پارٹی" نے 1963ء کے مارچ میں اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس وقت صدارت کا عہدہ "امین حفیظ" کے ہاتھوں میں تھا۔ ٹھیک تین برسوں بعد اسی پارٹی کے ایک سینئر رکن اور عہدے دار، حافظ الاسد نے 23 فروری 1966ء کو حکومت پر قبضہ کر کے امین حفیظ کو برطرف کر دیا۔

شام میں "بعث پارٹی" کو قانوناً سب سے زیادہ اختیارات حاصل ہیں۔ اگرچہ چھ دیگر پارٹیاں بھی کام کرتی اور حکومتی نظام کا ایک معتبر حصہ ہیں، مگر بعث پارٹی ایک "اجارہ داری اور جگّا قانون" کے تحت برتری حاصل کیے ہوئے ہے۔ اسی لیے عملی طور پر حکومتی مشینری "بعث" کے نظریات کے انڈر چلتی ہے۔ یہ پارٹیاں باہم مل کر ایک کونسل بناتی ہیں، جس کا انتخاب ہر چار سال بعد ہوتا ہے۔ یہاں بھی وہی گھٹن موجود ہے۔ یعنی اصل اختیارات کی پوٹلی صدر کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ جب

کہ صدر کو ہٹانے کے بجائے، ہر سات برس بعد اسی کی صدارت کی "توثیق" کے لیے ایک ریفرنڈم منعقد کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں صدر، کابینہ کا انتخاب کرتا ہے۔ اس نظام کی بدولت ہی صدر، فوج کا سربراہ بھی ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ خود فوجی نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہی وہ جھنجھٹ ہے، جو "بعث پارٹی" کی حیثیت کو مضبوط اور اقتدار پر قابض رہنے میں معاونت فراہم کیے رہتا ہے۔ لہٰذا یہی وجہ تھی 23 فروری 1966ء کو اقتدار کی کرسی پر بیٹھ جانے والے حافظ الاسد کو سوائے موت کے، اور کوئی چیز اقتدار سے علیحدہ نہ کر سکی۔ 10 جون 2000ء کو ان کا انتقال ہو گیا تو عوام کو 33 سال 6 ماہ اور تقریباً 33 دن بعد ایک فوجی نما سول ڈکٹیٹر سے نجات ملی۔ یوں ان کا ایک دورِ ابتلاء ختم ہوا۔

حافظ الاسد کے تین بیٹے تھے، بشار الاسد۔ باسل اسد اور ماہر اسد۔ باسل اسد، حافظ الاسد کے جانشین تھے، لیکن وہ 1994ء میں ایک ایکسیڈنٹ میں جان بحق ہو گئے۔ جب کہ ماہر اسد شاہی گارڈ کے سربراہ ہیں۔ اسی طرح ایک اور فوجی عہدے سمیت بعث پارٹی کے مرکزی رکن بھی ہیں۔ لہٰذا بشار الاسد ہی باقی تھے، جو اپنے والد کے بعد 17 جون 2000ء کو تختۂ اقتدار پر متمکن ہوئے۔ بشار الاسد نے 11 ستمبر 1965ء کو دمشق کے تاریخی شہر میں آنکھ کھولی۔ انہوں نے دمشق اور لندن میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی۔ 1988ء میں اپنے ملک کے "نظامی ہسپتال" میں خدمات انجام دینا شروع کیں۔ وہ 1992ء میں دوبارہ لندن گئے اور "امراض چشم" کی ڈگری حاصل کر کے 1994ء میں وطن واپس آ گئے۔ اس کے علاوہ وہ عربی سمیت فرنچ، انگریزی اور ہسپانوی زبانوں میں بلا تکلف گفتگو کر سکتے ہیں۔ بشار الاسد نے اپنے والد کے بعد اقتدار سنبھالا اور ملک کو ترقی کی راہ پر چڑھایا۔ معیشت کے میدان میں کئی انقلابی اقدامات کیے، جس کی وجہ سے شام، ضروریاتِ زندگی کی فراہمی میں کافی حد تک ایک خود کفیل ملک بن گیا۔ انہوں نے قوت حاصل کر کے ملکی معیشت کو سوشلزم کے چنگل سے چھٹکارا دلوانے کے لیے اپنی سی کوششیں کیں، لیکن ابھی تک کامیابی کے امکانات کا خاکہ بھی نہیں بن سکا ہے۔ ان کے والد نے اقتدار میں آ کر تیل کی صنعت سمیت کئی اداروں کو سوشلسٹ نظام معیشت کی نقل میں قومیا لیا تھا۔ شام اپنے زیرِ زمین ذخائر سے کچھ ہی تیل برآمد کرتا ہے، جو معیشت کی مضبوطی کے لیے ایک اہم عنصر ہے۔ اس میں اضافے کی صورت یہی ہے کہ بین الاقوامی تیل کمپنیاں سرمایہ کاری کریں، لیکن امریکی دباؤ کی وجہ سے اس میں پیش رفت ممکن نہیں ہے۔ بشار الاسد نے 16 جون 2006ء کو ایران کے ساتھ ایک دفاعی معاہدہ کیا تھا، جس کو بہت اہم گردانا جا رہا تھا۔ اسی معاہدے کی بنیاد پر جنگی ہتھیاروں کا تبادلہ بھی ہو سکتا ہے۔

شام 185180 مربع کلومیٹر رقبے کا ایک بڑا ملک ہے۔ آسانی کی خاطر انتظامی طور پر اسے 14 صوبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہاں 2007ء کے اعداد و شمار کے مطابق آبادی کا تخمینہ 19,929,000 افراد لگایا گیا تھا۔ جن کو مذہبی بنیادوں پر تقسیم کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ 92 فیصد سے کئی زیادہ لوگ جمہور امت کے نظریات و اعتقادات کے حامل سنّی مسلمان، اکثریت میں ہیں۔ جب کہ بقیہ تقریباً 8 فیصد اقلیت میں عیسائی، علوی شیعہ اور دروز ہیں۔ لیکن قریب نصف صدی ہونے کو ہے کہ اقتدار پر اقلیتی طبقے کا شیعہ علوی خاندان قابض ہے۔ اس فرقے کی ریشہ دوانیاں تمام امت مسلمہ پر واضح ہیں۔ انہوں نے کس کس ڈھنگ، اور کون کون سے رنگ میں جمہور امت کو نقصان پہنچانے کی سازشیں کر کے اپنی بد فطری کا مظاہرہ کیا ہے۔

2011ء میں جب تیونس میں عرصہ ہائے دراز سے حکومت کرتے لوگوں کے خلاف مظاہروں اور احتجاجوں کی صورت میں انقلاب کی لہر اٹھی تھی، تو دھیرے دھیرے اس کے اثرات دوسرے قریبی ممالک کی طرف بھی منتقل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ تیونس کے بعد مصر، لیبیا اور شام بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ تیونس کے انقلاب کی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یک دم اٹھ کر فوری اپنے مطلوبہ نتائج پر پہنچ گیا تھا۔ لیبیا کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں رہا ہے۔ جب کہ مصر ابھی تک سازشوں کا شکار نظر آتا ہے، لیکن حالات یہی بتاتے ہیں کہ صدر محمد مرسی کی حکومت کمزور نہیں پڑے گی اور اسرائیل کے اشاروں پر ناچتی کٹھ پتلیاں، ایک دن دم توڑ دیں گی۔ اس کے علاوہ شام کی صورتِ حال، بہت نازک ہوئی پڑی ہے۔ یہاں پر اگر تاریخ کے صفحات کو سامنے رکھ کر تجزیہ کیا جائے، تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ گزشتہ زمانوں کے ایسے کسی بھی انقلاب میں لادین طبقے نے مسلمانوں کی اتنی جانیں نہیں لی ہیں، جتنی اس فرقے نے لی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی سازشوں کے جال، ہمیشہ امت کے لیے باعثِ تکلیف بنے رہے ہیں۔ جنگِ صفین سے لے کر موجودہ دور تک، ایک طویل حقیقت ہے، جو اہل نظر و بصر کو بہ تمام دِکھتی ہے۔ حسن بن صباح کا باطنی فرقہ، اسی طبقے کی ایک خون آشام کانٹے دار شاخ تھیں جس نے امت کا بدن لہو لہو کر رکھا تھا۔ شام کا انقلاب 11 مارچ 2011ء کو صوبہ درعا کی تاریخی مسجد "العمری" سے نمازِ جمعہ کے بعد اٹھا تھا۔ اس مسجد کو چند دن قبل بشار ملیشیا نے شہید کر کے رکھ دیا ہے۔ یقیناً یہ اقدام بشار کی کھلی اسلام دشمنی کا روشن ثبوت ہے۔ ابتداء میں تو یہ انقلاب "حمات، جبلہ، دمشق، لاذقیہ، درعا اور حمص" جیسے شہروں تک محدود تھا۔ جب کہ زیادہ شدید حمص، درعا اور حمات میں تھا۔ شروع میں بشار الاسد نے بھی کوئی خاص توجہ نہ دی تھی، لیکن جب توجہ کی، تو اصلاحِ احوال کے لیے بندوق کا استعمال شروع کر دیا۔ جس سے ہزاروں مسلمان بلا وجہ موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ اس نازک صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے عرب لیگ نے شام کی رکنیت کو بایں طور معلق کر دیا تھا کہ بشار اس خانہ جنگی کو فی الفور بند کرے۔ بعد ازاں یورپی یونین کے وزرائے خارجہ نے حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے تنبیہاً بشار سمیت 13 اہم ارکانِ حکومتِ شام پر، یورپ کے سفر پر پابندی

لگادی۔ ادھر عرب لیگ نے جب دیکھا کہ اس کی کوششیں بے کار جارہی ہیں، تو اس نے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے 4 فروری 2012ء کو اقوام متحدہ میں بشار حکومت کی برطرفی کے لیے بل پیش کیا، جسے روس اور چین نے ویٹو کر دیا۔ پھر 17 فروری کو اسی برطرفی بل پر اقوام متحدہ میں ووٹنگ ہوئی، جس میں عرب لیگ کو 15 روز کے اندر بشار کی حکومت سے علیحدگی کے اختیارات دیے گئے۔ اس بل کے حق میں 137 ووٹ پڑے۔ جب کہ مخالفت میں 12 ممالک نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا۔ جن میں سرفہرست ایران، روس، چین، کیوبا اور وینزویلا وغیرہ شامل ہیں۔

اس بات کے کئی سارے شواہد منظر عام پر آچکے ہیں کہ روس اور ایران کھلے بندوں شامی خون آشام، بشار کی دامے، درمے، سخنے مدد کیے جارہے ہیں۔ کچھ ہی عرصہ قبل ایران کی طرف سے شامی مسلمانوں کی ہلاکت وبربادی کے لیے سپلائی کیے جانے والے مہلک ہتھیاروں سے بھرے 25 کنٹینرز پکڑے گئے تھے۔ دوسری طرف ایران نے اپنے خاص جنگجو کمانڈر، شامی صدر کی حفاظت پر مامور کر رکھے ہیں۔ ادھر لبنان کی "حزب اللہ" بھی مسلمانوں کی ہلاکت میں، اپنے دہشت گرد بھیج کر، برابر کی شریک ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق بشار کی دہشت ناکی کی وجہ سے شامی مسلمانوں میں ہجرت کرنے والوں کی تعداد 6 لاکھ سے متجاوز ہو چکی ہے۔ شہید ہونے والے 70 ہزار سے بڑھ گئے ہیں۔ جن میں ہر چھوٹی بڑی عمر کے افراد شامل ہیں۔ حیرت اس پر ہے کہ دودھ پیتے بچے بھی بشار کی نظر میں ایسے دہشت گرد ہیں، جن کے جرم کی تلافی، انہیں کنکریٹ کی پختہ سڑکوں پر سر کے بل دے مار کر ان کا بھیجا کال دینے میں ہے۔ اس کے علاوہ زخمی ایک لاکھ کے ہندسے کو پار کرتے چلے جارہے ہیں۔

بشار الاسد کی ناہنجار وفادار فوج نے اپنے ہی ہم وطنوں پر ایسی درندگی، چنگیزیت اور سربریت کا گھناؤنا مظاہرہ کیا ہے، جس پر ہر دلِ دردمند خون کے آنسو رو رہا ہے۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کا بھلا کیا گناہ تھا، جو انہیں تیز دھار آلات سے بے رحمانہ انداز میں ذبح کر ڈالا گیا ہے؟؟! حالانکہ پہلے شام کی صورت حال ایسی تھی کہ فلسطین کے مظلوم مسلمان وہاں پناہ لینے آتے تھے۔ ایک تحقیق کے مطابق ان کی تعداد 20 لاکھ کے قریب تھی۔ جب کہ اب تو شام ہی کے باشندوں پر شامِ غم چھاتی جارہی ہے۔ قبرستانوں میں تدفین کی جگہ ختم ہو چکی ہے۔ اب کھیل کود کے اور تفریحی پارکوں کو "بستیِ خموشاں" کے نام سے آباد کیا جارہا ہے۔ مظلوموں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کی لاشوں کو گندے پانی کے نالوں میں بہا کر ایک نئے انداز سے تذلیلِ انسانیت کے واقعات کو جنم دیا جارہا ہے۔ یہ ایک انسانی المیہ ہے، جس نے شام میں ڈیرے ڈال دیے ہیں۔ حشر کی زمین میں ایک خوف ناک حشر اٹھا ہوا ہے۔ نازک دل لوگ سہمے ہوئے ہیں کہ خدا جانے "شامی" کی اس خون آشامی کی بھینٹ اور کتنے ابنائے آدم اور بناتِ حواء چڑھیں گے؟ اس کا اختتام کب ہوگا؟ یقین جانیں ایک دل گیر کیفیتِ جاں سوز ہے، جس نے دلِ مسلم کو تڑپا کے رکھ دیا ہے۔ اور ایک عام مسلمان یہ سوچ رہا ہے کہ: افسوس! نبی کی امت کا حال، کیسا دردناک ہوا پڑا ہے؟! ایسی خستہ حالی تو کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ یہ آج ہمارے ساتھ کیا بیت رہی ہے؟ وہ بے بسی کے مارے اہلِ حلّ وعقد سے پوچھ رہا کہ اے چارہ گرانِ امت! کچھ اس کا حل بھی تمھارے پاس ہے کہ نہیں؟؟! آخر ہم کب تک یوں کٹتے رہیں گے؟ ہماری لاشیں کب تک جلتی رہیں گی؟ ہمارے بچے کب تک ماؤں کے پیٹ ہی میں قتل ہوتے رہیں گے؟ ہماری بہنوں کی عصمتیں کب تک لٹتی رہیں گی؟ ماؤں کی عزتیں کب تک تار تار ہوتی رہیں گی؟ بیویوں کے سہاگ کب تک اُجڑتے رہیں گے؟ بوڑھوں کے سہارے کب تک چھنتے رہیں گے؟؟!!! آہ! میں کس سے اپنا غم کہوں؟ اے اللہ! اب تو بس تو ہی میرا آسرا ہے۔ یا خدا! تو ہی میری دستگیری فرمادے۔ یا خدا! ہائے اے میرے اللہ! میری سُن لے!!!! اگرچہ اب عرب لیگ نے شامی دہشت گرد حکومت کی رکنیت معطل کر کے اپوزیشن راہ نما اور جامع اموی دمشق کے امام، معاذ الخطیب کو شامی نشست پر بٹھادیا ہے، لیکن اصل مسئلہ بشار الاسد کے دستِ سفّاک کو گرفت میں لینے سے حل ہوگا۔

بشار الاسد نے عرب لیگ کے اس اقدام پر چراغ پا ہوتے ہوئے تنقید کی ہے کہ "عرب لیگ کے اس اقدام کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ عرب لیگ، عرب عوام کی نہیں، بلکہ عرب حکمرانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ جب کہ شامی عوام اب بھی میرے ساتھ ہے"۔ بشار کے اس غیر حقیقی بیان کی قلعی ہر دن سر بازار کھل جاتی ہے۔ جب مظاہروں، احتجاجوں اور غیر جانب دار عوام کے بشار حکومت کے خلاف "آزاد شامی فوج" میں شمولیت کی خبریں میڈیا کی زینت بنتی ہیں۔ نہ جانے بشار کون سے عوام کا حوالہ دے رہے ہیں، جو اب تک ان کی درندگی کو نظر انداز کیے ہوئے، ان کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ 92 فیصد سے زیادہ مسلمان ان کے خلاف ہیں۔ علوی فرقے کا بھی کافی حصہ ان سے بدظن ہے۔ بشار الاسد سے پوچھا جانا چاہیے کہ وہ بیانوے فیصد اکثریت کو موت کی گھاٹ اتار کر کس "عوام" پر حکمرانی کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں؟؟؟ بشار الاسد کو اس حقیقت سے ہرگز غافل نہیں رہنا چاہیے کہ وہ جس دردناک موت کا شکار مسلمانوں کو بنا رہے ہیں، مکافاتِ عمل کے طور پر خود بھی اس ہولناک موت کا ترنوالہ بن جانے والے ہیں۔ انہیں دیدۂ عبرت لیے اپنے چاروں طرف اپنے جیسے ڈکٹیٹروں کا حال ضرور دیکھ لینا چاہیے۔ انہیں اتنا ظلم کرنا چاہیے، جس کی سزا برداشت کرنے کی قدرت رکھتے ہیں!!!

نمبر شمار	صوبہ	کاروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندہار	129		19	9	165	67	43	3	5	
2-	ہلمند	115	1	47	27	157	85	52	4	11	1
3-	غزنی	81		29	8	183	58	25	3	3	
4-	خوست	33				20	15	6			
5-	نورستان	8				16	1	1			
6-	میدان وردگ	96		14	9	119	62	42	1		
7-	کونڑ	76		13		127	60	6			
8-	پکتیکا	37	1	19	4	76	54	23	3		
9-	زابل	93				139	90	35		4	
10	لوگر	87		16	9	111	78	12	3	2	
11	کاپیسا	24		10	7	11	9	5	2		
12	روزگان	34	1	9	4	36	18	4	3		
13	پکتیا	38		24	12	43	21	8	1		
14	فراہ	38		24	12	43	21	8			
15	کابل	19		9		10	8	9			
16	ننگرہار	116		18	7	80	107	38	6		
17	لغمان	57		9	8	44	57	8	4	5	
18	ہرات	50		6		64	77	28	6	3	
19	نیمروز	32				44	16	6			
20	بادغیس	39		2		72	43	10	6	12	
21	قندوز	34		3		32	25	11			
22	بغلان	14		9	14	21	18	6	4		
23	فاریاب	32				109	74	10	12	8	
24	غور	10		5	2	15	2	1		1	
25	پروان	36				28	27	6			
26	تخار	3				2					
27	سمنگان										
28	بدخشان	7				32	28	3	4	6	
29	بامیان	1				1	1				
30	بلخ	7				4	2				
31	جوزجان	12				17	2	6	1		
32	دائی کنڈی	12				12	6		1		
33	سرپل	10				21	16	4	1	2	
34	پنجشیر										
	مجموعہ	1380	3	285	132	1854	1148	416	68	62	1

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1- پروان میں ایک کارگو طیارہ 2 -کاپیسا میں ایک ہیلی کاپٹر 3 -ہلمند میں ایک ڈرون طیارہ 4 - ہرات میں ایک ڈرون طیارہ

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

افغانستان کا مستقبل:

امارت اسلامیہ حکومتی اجارہ داری کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ افغانستان تمام افغانوں کا مشترکہ گھر ہے، جس طرح سب پر اس کی تعمیر اور ترقی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اسی طرح اہلیت و برابری کی شرط پر حکومت میں حصہ لینا بھی ہر ایک کا حق ہے۔ امارت اسلامیہ کی بھرپور کوشش ہوگی کہ اختیارات اور اقتدار ایسے لوگوں کے سپرد کیا جائے جن میں حکومت داری کی پوری اہلیت ہو، جو کرپٹ نہ ہوں، وطن کے ساتھ مخلص ہوں اور ایمانداری کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے والا ہو۔

امارت اسلامیہ حصول تعلیم کو اپنی قوم کی دنیاوی ترقی اور اخروی سعادت کا باعث گردانتی ہے، آپ کو معلوم ہوگا کہ امارت اسلامیہ نے اپنے دور اقتدار میں بجٹ کا بڑا حصہ تعلیم کے لئے مختص کر رکھا تھا اور آج بھی تعلیم و تربیت ان کی اولین ترجیحات میں شامل ہے اور اس کے لئے خصوصی کمیشن بنا رکھے ہیں تاکہ اپنی عوام کو تعلیمی سہولیات فراہم کی جاسکیں۔ لیکن بارہا دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض اسکول بند کر دیے جاتے ہیں، کچھ کو جلا دیا جاتا ہے یا طلبہ پر زہریلا مواد استعمال کر کے مجاہدین کے سر تھوپ دیا جاتا ہے، درحقیقت یہ کام شکست خوردہ دشمن کی خفیہ سازشوں کی ایک کڑی ہے، جو مجاہدین کو بدنام کرنے کے لئے بروئے کار لائی جاتی ہیں۔

ہم خواتین کو اسلامی اصولوں، قومی مفادات اور اپنی شرعی ثقافت کے مطابق تمام حقوق دینے کے لئے کمربستہ ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قابض قوتوں کی آمد کے ساتھ ہی افغان عوام خصوصاً خواتین کو بہت سے مصائب اور تکالیف برداشت کرنا پڑا ہے۔ یہاں تک کہ کئی خواتین مظالم سے تنگ آکر خود کو جلا بیٹھیں، اور بعض مظلوم خواتین کو انتہائی بے دردی سے شہید کیا گیا، ان کی عزتیں پامال کی گئیں، اور آج بھی یہ جبر مسلسل رکنے میں نہیں آرہا ہے۔ جبکہ امارت اسلامیہ کے دور میں افغان خواتین پرامن زندگی بسر کر رہی تھیں اور ان تمام مصائب سے محفوظ تھیں۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

2ND YEAR JUNE 2013

ہماری تاریخ پڑھو! ہم ہر جابر کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔